شب قدر کی دعا

وَ عَـنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ :قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَرَأَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیُّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْھَا؟ قَالَ قُوْلِیْ: اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔ رواہ الخمسة غیر ابی داود، وصححه الترمذی والحاکم ۔

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے بتلایئے اگر میں جان لوں کہ کون سی رات شب قدر ہے، تو میں اس (رات) میں کیا کہوں، آپ نے فرمایا: تو کہہ اے اللہ تحقیق تو ہی معاف کرنے والا ہے۔ تو معاف کرنا پسند کرتا ہے، سو مجھ کو معاف کر دے۔

[بروایت خمسہ، ماسوائے ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔]

دُعا کی قبولیت کے اوقات

① ...... ہر رات کا پچھلا حصہ کہ اُس وقت ربّ کریم کی رحمت بندوں پر متوجہ ہوتی ہے اور وہ خود پکارتا ہے ''کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اُس کی دعا قبول کروں، کوئی میرے در کا سوالی ہے کہ اُس کے سوال پر عطا کروں، کوئی روزی کا طلبگار ہے کہ اُسے رزق سے نوازوں۔''

② ......شب جمعہ میں ایک ایسی ساعت (گھڑی) ہے کہ اس میں دعا قبول کی جاتی ہے۔

[بحوالہ بخاری، مسلم، ترمذی، نزل الابرار]

③ ......یومِ جمعہ ایک ساعت ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے وہ عصر کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک ہے۔

④ ......شب قدر، اس کی قرآن وحدیث میں فضیلت آئی ہے۔

⑤ ......اذان کے وقت نیز اذان اور اقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے۔

⑥ ......فرض نمازوں کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہے۔

⑦ ...... ماہِ رمضان افطاری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

⑧ ......سجدہ کی حالت میں کہ اُس وقت بندوں کو اپنے ربّ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔

⑨ ......قرآنِ حکیم کی تلاوت کے بعد دعا کی جائے تو وہ قبول ہوتی ہے۔

⑩ ......بارش کے وقت بارش میں کھڑے ہوکر دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے۔

⑪ ......زمزم کا پانی پیتے وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔

⑫ ......جہاد فی سبیل اللہ میں صف بندی کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا:

① ......والد کی دعا اپنے بیٹے کے متعلق،

② ......مسافر کی دعا،

③ ......مظلوم کی دعا۔ [ابوداؤد: ۱۵۳۶۔ ترمذی: ۱۹۰۵]

اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ رحمٰن ورحیم ہر ساعت اور ہر گھڑی اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے اور جب اور جہاں کہیں اُس کے بندے اخلاص کے ساتھ اُس سے فریاد کریں وہ انھیں اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے۔ اے ربّ کریم! اس ماہ مبارک میں ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں اپنی رحمتوں سے نوازیئے، آمین۔ [شریعت اسلامیہ کے محاسن، حصہ اوّل، ص: ۴۰۴۔۴۰۵]

فہرست

اصل کامیابی

﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾ [آلِ عمران: ١٨٥]

''پس جو شخص آگ سے ہٹادیا جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے بے شک وہ کامیاب ہوگیا۔''

جہنم سے آزادی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اِذَا كَانَتْ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ ...... وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَالِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ ۔"

[ابن ماجه:١٦٤٢]

''جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں......اور ہر رات کو اللہ تعالیٰ کثرت کے ساتھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔''

رحمان کے بندوں کی صفتوں میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ عذابِ جہنم سے پناہ طلب کرتے رہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں آتا ہے اور جو یہ دعا کرتے ہیں:

﴿ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴾ [الفرقان: ٦٥]

''کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ کیوں کہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔''

کالا پانی

اداریہ ═══ حافظ احمد شاکر

تماشے دو طرح کے ہوتے ہیں: ڈگڈگی تماشا یا پھر پتلی تماشا۔

پتلی تماشا وہ ہوتا ہے کہ نیم تاریک ماحول میں چھوٹی چھوٹی پتلیوں کو پس پردہ باریک دھاگے...... جو نظر نہیں آتا...... سے باندھ کر سامنے لایا جاتا ہے۔ تماشا کرنے والے کی آواز کے مطابق پس پردہ پتلیوں کو متحرک کرنے والا حرکت دیتا رہتا ہے اور ناظرین اس کو جادو کا کمال جانتے ہوئے محظوظ ہوتے رہتے ہیں اور یہ کھیل وطن عزیز میں عرصہ سے جاری وساری ہے۔

ڈگڈگی تماشا میں ہلکے پھلکے جرائم مثلاً عام دھوکہ دہی یا جیب تراشی کرنے والے گروہ ملی بھگت سے عوام کو ڈگڈگی تماشا میں مشغول کر کے وارداتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔

....

عالمی سروے کرنے والے ایک ادارے کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے 71% عوام پرویز مشرف کے مواخذے کے حامی ہیں جب کہ اشرافیہ یعنی مقتدر طبقہ چوں کہ، چناں چہ اور لیت ولعل میں الجھا ہوا کبھی کہتا ہے کہ پارلیمنٹ متفقہ قرارداد لائے کہ نہ نو من تیل ہو اور نہ رادھا ناچے۔ کبھی کہتا ہے کہ مواخذے کے حامی تو ہم بھی ہیں لیکن دوسری بڑی جماعت......ن لیگ...... سے طریق کار کا اختلاف ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ گڑے مردے نہ اکھاڑیں۔ لیکن بھٹو مرحوم کی غیر طبعی موت کی تحقیقات پر مسلسل اصرار کیا جا رہا ہے۔ اسی ضمن میں یا اس مطالبے یعنی مشرف مواخذے کو سبوتاژ اور بے اثر کرنے کے لیے ماضی بعید کی ایک پراسرار شخصیت بیچ میدان کے آ کر گویا ہوئی کہ پاکستان کی ایجنسیوں نے فلاں فلاں موقعہ پر فلاں فلاں سیاسی لیڈر کو یہ رقوم دیں۔ ان لیڈروں کے چہروں پر پڑے پردے سابقہ افسران اس وقت سرکانے لگے ہیں جب کہ سب کچھ رزق خاک ہو چکا ہے۔ ادھر اغیار کے دامن عافیت میں پناہ لیے جناب پیر صاحب مختلف انواع کے ارشادات جس میں دھمکیاں بھی ہیں اور معافیاں بھی کہ یہ مواخذہ اگر شروع کیا گیا تو اس میں بہت سے پردہ نشینوں کے نام بھی آ جائیں گے۔ اس لیے کرپشن کی دھول کو مت اڑائیں وگرنہ بہت سے مقدس چہرے بھی خاک آلود ہو جائیں گے۔

حیرانگی ہے کہ حدود کے عملی نفاذ کی سعادت سے بہرہ ور کی نظر تلطّف وترحّم سزاوار حدود کی طرف اٹھتی نظر آ رہی ہے جسے اب تک ہم...... پرنٹنگ اور الیکٹرانک......میڈیا کا پروپیگنڈا ہی گمان کر رہے ہیں کہ جس سرزمین پر رحمۃ للعالمین ﷺ لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعت يدها فرمائیں اس سرزمین کے خدمت گزاروں سے ڈنکے کی چوٹ پر کبائر کا اعتراف کرنے والے کی ہمدردی کیوں کر ممکن ہو سکتی ہے؟ تاہم اس ہاہا کار میں بہ ظاہر سب سے زوردار اور مبنی برحق آواز یہ بھی سنی اور پڑھی گئی کہ مواخذہ شروع ہوا تو اسے ماضی بعید تک لے جایا جائے کہ اس......اقتدار کے......حمام سے پوتّر کون نکلا ہے۔ یہ کلمہ ہے تو بہ ظاہر حق کا لیکن يريد بها الباطل کہ اس سے مراد غلیظ ہے، والی بات ہے کہ اس مواخذے کا مطالبہ کرنے والے سوچ لیں کہ اس کٹہرے میں کون کون آ سکتا ہے۔

قارئین محترم وطن عزیز میں پتلی تماشا تو ایک عرصہ سے جاری ہے اور شاید جاری رہے گا لیکن یہ تماشا ڈگڈگی کا تماشا ہے کہ قوم کو اس ڈگڈگی میں مشغول کر کے......اخبارات کے مطابق...... پاکستان میں نازل شدہ نازیوں کی اولاد بلیک واٹر (کالا پانی) تنظیم نے قاسم پورٹ پر انتہائی مہلک اور خوفناک قسم کی بکتر بند گاڑیاں، ٹینک اور دیگر اسلحہ بذریعہ بحری جہاز منگوایا ہے جو سربہ مہر منزل مقصود تک پہنچایا جانا تھا۔ یہ وہ تنظیم اور اس کا یہ اسلحہ وہ ہے جس نے عراق میں تاریخ کا بدترین قتل عام کر کے ہلاکو خان کو بھی مات دے دی ہے۔ اب اس تنظیم نے پاکستان میں......باقاعدہ معاہدہ کے تحت......آ کر اپنی

سرگرمیاں شروع کردی ہیں جس کا پہلا شکار اخبارات کے مطابق وفاقی مذہبی امور کے وزیر حامد کاظمی بنے۔ان کی تو زندگی تھی اللہ تعالیٰ نے بچالیا ان کا محافظ بے چارہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔اس تنظیم کی آمد کا اظہار اب اخبارات کی زینت بننے لگا ہے جب معاہدہ کنندہ کے مواخذہ کا عوامی تقاضا ہونے لگا ہے۔اسی دوران ہی اخبارات سے معلوم ہوا کہ یہ تنظیم پرویز مشرف کے غیر مشرف دور میں نازل ہوئی تھی۔اب خبر ہے جمہوری حکومت کے ''دور پر امن'' میں اس نے بال و پر نکالنے شروع کیے ہیں۔اسلام آباد میں بیسیوں ایکڑ زمین خرید کر ان میں سینکڑوں مکانات تعمیر کیے جارہے ہیں۔جن میں ہزاروں امریکی فوجی قیام پذیر ہوں گے جن کے لیے پورٹ قاسم پر دنیا کا مہلک ترین اسلحہ اتارا گیا ہے۔آپ ذرا ترتیب دیکھیں کہ جونہی پرویز مشرف کے مواخذے کی بات شروع ہوئی تو ساتھ ہی یہ انکشافات بھی ہونے شروع ہوگئے کہ مؤاخذہ کرنے والو......؟

بلیک واٹر کی جبلت وفطرت کو سامنے رکھتے ہوئے اس زاویہ نگاہ سے دیکھیں تو وطن عزیز میں ماضی قریب کے گزشتہ چند سالوں میں ہونے والے اندھے قتل اور بعض علماء واعیان ...... نیاز نائیک وغیرہ...... کی ہلاکت کی گتھیوں کے الجھاؤ بھی سلجھتے نظر آسکتے ہیں۔اخبارات میں اب ان کی کارکردگیاں بھی آنے لگی ہیں اور ان کے کارندوں کی تفصیلات بھی حتی کہ اب مولانا بالفضل اولانا مدظلہ کو بھی اس نوکری کو حرام کہنے لگے ہیں کہ ان کا ہدف ہی مسلمان ہیں اور ان کا مقصد ہی خون مسلم کی ارزانی ہے۔اور ہم ہیں کہ ایجنسیوں سے رقم لینے والوں، کراچی میں آپریشن کرنے والوں اور مخبری کرنے والوں کے پیچھے اندھیرے میں تیر چلانے کا کارنامہ سرانجام دینے میں مشغول ہیں۔

میٹھی عید کی کڑواہٹ:

مال وزر کے بھوکے درندوں نے سال کے بعد آنے والی غریبوں کی میٹھی عید کو بھی مہنگائی کے زہر سے کڑوا کردیا ہے۔ظلم کی انتہا ہے کہ -/30 روپے کلو والی چینی درہم ودینار کے ان بندوں کو -/40 کلو بھی وارے نہیں آتی۔وارے کیوں آسکے؟ اور اس کو کنٹرول کون کرے؟ 79 میں 74 ملیں تو سیاست دانوں کی ہیں، کوئی اقتدار میں ہے تو کوئی فرینڈلی اپوزیشن میں۔لیکن مقصد سب کا ایک ہے کہ جو اکٹھا کرسکو کرلو۔عوام کے سکہ بند ہمدرد جناب میاں نواز شریف نے بھی -/45 کلو کا مشورہ دیا تھا جو کہ فوراً قبول بھی کرلیا گیا تھا کہ اصل میں سارے ایک ہیں۔لاہور کی عدالت عالیہ نے -/40 روپے کلو بیچنے کا آرڈر دیا ہے جسے مل مالکان مسترد یعنی اس قیمت پر بیچنے کا انکار کرچکے ہیں کیا یہ توہین عدالت نہیں؟ اگر ہے تو عدالت نے اس صریح حکم عدولی کا کوئی نوٹس لیا؟ کم از کم اخبارات کی حد تک ہمارے علم میں نہیں۔

میاں شہباز شریف یعنی پنجاب حکومت ملوں پر چھاپے مار کر سٹاک باہر نکلوا تو رہی ہے لیکن عوام تک جب پہنچے گی اور بازار میں عدالت عالیہ کے مطابق -/40 روپے کلو بکے گی تو بات پھر بنے گی نا۔اخبارات کے مطابق گزرنے والے چند ہی دنوں میں ملوں نے بینکوں کا %55 قرضہ بھی اتار دیا ہے۔گویا کہ مل مالکان نفع اس قدر کما چکے ہیں۔صحیح فرمایا النبی الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ما یملأ جوف ابن آدم الا التراب کہ انسان کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔

اس موقعہ پر تمام مکاتب فکر کے علماء کو کم از کم اس بات پر احادیث کی روشنی میں متفقہ فتویٰ جاری کرنا چاہیے کہ اجناس واشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی احادیث کی روشنی میں کس قدر ممنوع اور فقہائے امت نے ایسے مجرمین کے لیے جو سزائیں تجویز کی ہیں عدلیہ کو اس سے مطلع کرنا اور عدلیہ سے اس بارے میں مکمل علمی تعاون کرنا چاہیے کہ یہ ان کا دینی فرض ہے۔

چینی سے اربوں روپے کمانے شاید اس بات کو بھول چکے ہیں کہ چینی جتنی دیر میں تحلیل ہوتی ہے یہ دنیا کا مال اس سے بہت جلد مٹی میں تحلیل ہوجائے گا۔حل ہوکر چینی تو مونہہ میٹھا کرتی ہے، پیسہ تحلیل ہوکر ذخیرہ اندوزوں کے سینوں پر پگھلتا رہے گا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسی مال کے گرم ٹھپے ان کی پشت پر لگا کر فرمائے گا: هذا ما كنزتم لانفسكم فذوقوا ما كنتم تكنزون ۔

اللہ تعالیٰ اس عذاب الیم سے ہر مسلمان کو بچائے، آمین۔اہل ثروت کو چاہیے کہ وہ مستحقین کی عید میٹھی کرنے کے لیے تجوریوں کے مونہہ کھول دیں اللہ تعالیٰ ویسے تو ہمیشہ تجوریاں بھردیتا ہے۔رمضان میں تو ایک کے ستر عطا فرماتا ہے۔

احکام و مسائل

رمضان المبارک ④

فضائل، فوائد و ثمرات، احکام و مسائل اور کرنے والے کام

حافظ صلاح الدین یوسف

کن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

① ...... جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ بھول چوک یا جبر سے کوئی اس کو کچھ کھلا دے تو روزہ برقرار رہے گا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ)) [صحيح البخاري، الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، ح:١٩٣٣ وصحيح مسلم، الصيام، باب أكل الناسي وشربه وجماعه لا يفطر، ح:١١٥٥]

''جب کوئی بھول کر کھا پی لے، تو اس کو چاہیے کہ وہ روزہ پورا کرلے (اس کو توڑے نہیں) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا اور پلایا ہے۔''

حتی کہ بھول کر بیوی سے ہم بستری بھی کرلے گا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ [حوالہ ہائے مذکورہ]

② ...... جان بوجھ کر قے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ طبیعت کی خرابی سے خود بخود قے آجائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ)) [سنن أبي داؤد، الصيام، باب الصائم يستقيء عامداً، ح:٢٣٨٠]

''جس کو خود قے آگئی (اس کا روزہ برقرار ہے) اس پر قضاء نہیں اور اگر اس نے جان بوجھ کر قے کی، تو اس کو چاہیے کہ وہ قضاء دے۔''

③ ...... بیوی سے ہم بستری کرے گا تو نہ صرف روزہ ٹوٹ جائے گا، بلکہ اس کو اس کی قضاء کے ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا اور وہ کفارہ ہے ایک گردن آزاد کرنا، یا بلا ناغہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ [صحيح بخاري، الصوم، باب اذا جامع في رمضان ولم يكن......، ح:١٩٣٦]

جو شخص عمداً کھا پی کر روزہ توڑ لے، اس کا کفارہ بھی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا نہیں؟ اس کی بابت اختلاف ہے۔ بعض علماء نے مذکورہ صورت پر قیاس کر کے اس کے لیے بھی مذکورہ کفاروں میں سے کوئی ایک کفارہ ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن دوسرے علماء کے نزدیک اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لینا اور توبہ واستغفار کر لینا کافی ہے۔ دوسری رائے ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

④ ...... گلوکوز یا خون یا کوئی اور غذائی مواد کسی ذریعے سے اندر داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیوں کہ اس کا مقصد پیٹ کے اندر چیز کا پہنچانا ہے، جو مُفْطِر صَوْم ہے۔

⑤ ...... حیض اور نفاس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ چاہے کسی وقت بھی اس کا آغاز ہو۔

⑥ ...... حالت بیداری میں استمناء بالید (مشت زنی) یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے سے یا بیوی کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے منی کا انزال ہو جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ تاہم احتلام (یعنی خواب میں منی خارج ہو جانے) سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ یہ غیر اختیاری فعل ہے۔ جب کہ پہلی صورتیں اختیاری ہیں۔

⑦......نکسیر پھوٹ جائے یا کسی اور وجہ سے خون بہہ جائے، تو اس کی کمی کو دور کرنے کے لیے خون چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ گویا جسم سے خون کا نکلنا مفسد صوم نہیں، البتہ خون چڑھانا مفسد صوم ہے۔

قضاء کے بعض مسائل

①...... جو روزے بیماری، سفر یا حیض ونفاس کی وجہ سے رہ جائیں۔ رمضان کے بعد بلا تاخیر جلد سے جلدر کھنے چاہئیں۔ تاہم ان کے لیے تواتر ضروری نہیں یعنی وقفے وقفے سے بھی وہ پورے کیے جاسکتے ہیں۔

②......جس طرح کوئی شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمے کچھ فرض نمازیں ہوں تو ان کی ادائیگی ضروری نہیں۔ اسی طرح کوئی شخص زندگی میں روزہ رکھنے کی قوت سے محروم ہوجائے، تو اس کی طرف سے زندگی ہی میں اس کے بدلے ایک مسکین کو روزانہ کھانا کھلانا تو ضروری ہے۔ (جیسا کہ پہلے گزرا) تاہم اس کی طرف سے روزوں کی قضاء ضروری نہیں۔

③......البتہ کسی کے ذمے نذر کے روزے ہوں اور وہ زندگی میں نہ رکھ سکا ہو، تو ان کی قضاء ورثاء کے لیے ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ)) [صحيح البخاری، الصوم، باب من مات وعليه صوم، ح:١٩٥٢ وصحيح مسلم، الصيام، باب قضاء الصيام عن الميت، ح:١١٤٧]

''جو شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمے روزے ہوں، تو وارث اس کی طرف سے روزے رکھے۔''

اس حدیث میں فوت شدہ شخص کے ذمے رہ جانے والے روزوں کی قضائی کا جو حکم ہے دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کا تعلق نذر کے روزوں سے ہے نہ کہ رمضان کے روزوں سے۔ تاہم بعض علماء نے اس میں دو قسم کے افراد کو اور شامل کیا ہے۔ ایک وہ بیمار جس کو رمضان کے بعد بحالت صحت روزوں کی قضاء کا موقع ملا، لیکن اس نے تساہل سے کام لیا اور روزے نہ رکھے، حتی کہ فوت ہوگیا۔

دوسرا وہ شخص جس کے روزے سفر کی وجہ سے رہ گئے، رمضان کے بعد اسے روزے رکھنے کا موقع ملا، لیکن اس نے بھی تساہل کی وجہ سے روزے نہیں رکھے، حتی کہ فوت ہوگیا۔ ان دونوں کے ذمے بھی فرض روزے رہ گئے جن کی ادائیگی ان کے ورثاء کی ذمے داری ہے۔

بے نمازی کا روزہ مقبول نہیں:

آج مسلمانوں میں نماز جیسے اہم فریضے سے غفلت عام ہے۔ حالاں کہ یہ ایسا فریضہ ہے کہ جس سے کفر واسلام کے درمیان فرق وامتیاز ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ)) [مسند احمد: ٥/ ٣٤٦ وجامع الترمذی، الإيمان، باب ما جاء فی ترك الصلاة، ح:٢٦٢١]

''وہ عہد جو ہمارے (مسلمانوں) اور کافروں کے درمیان ہے وہ نماز ہے، جس نے نماز کو ترک کردیا، اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔''

گویا نماز دین کا وہ ستون ہے جس پر دین اسلام کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ لیکن مسلمان اتنی شدید غفلت میں مبتلا ہیں کہ بہت سے لوگ روزہ رکھنے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے۔

یاد رکھیے! اس طرح روزہ رکھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ جب بے نماز پر کفر تک کا حکم لگایا گیا ہے، تو کفر کے ساتھ روزہ رکھنے کا کیا مطلب؟ کافر کا تو کوئی عمل مقبول ہی نہیں۔ پھر بے نمازی کا روزہ کیوں کر قبول ہوگا؟

قیام اللیل یعنی نماز تراویح کے بعض مسائل

①...... نبی کریم ﷺ ہمیشہ قیام اللیل یعنی نماز تہجد کا اہتمام فرماتے تھے۔ لیکن ایک رمضان میں آپ نے تہجد کی یہ نماز تین دن باجماعت ادا فرمائی۔ آپ کے ساتھ صحابہ نے بھی نہایت ذوق وشوق کے ساتھ تین دن یہ نماز پڑھی۔ چوتھے دن بھی صحابہ قیام اللیل کے لیے آپ کے منتظر رہے۔ لیکن آپ حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے اور اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوگیا کہ کہیں رمضان المبارک میں یہ قیام اللیل تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔ اس لیے اس

کے بعد یہ قیام اللیل بطور نفلی نماز کے انفرادی طور پر ہوتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہی معمول رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں اس قیام اللیل کا باجماعت اہتمام کریں۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر دوبارہ اس سنت کا احیاء عمل میں آیا، جسے رسول اللہ ﷺ نے خواہش کے باوجود، فرض ہوجانے کے خوف سے چھوڑ دیا تھا۔

② ...... اس سے معلوم ہوا کہ یہ قیام اللیل فرض یا سنت مؤکدہ نہیں ہے، بلکہ اس کی حیثیت نفلی نماز کی ہے۔

③ ...... یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت وعہد صحابہ میں اسے قیام اللیل کہا جاتا تھا یعنی تہجد کی نماز۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر رات کے آخری پہر۔ طلوع فجر تک ہے۔ اس وقت کے دوران کسی بھی وقت اسے پڑھا جاسکتا ہے۔

④ ...... وقت کی اسی وسعت اور گنجائش کی وجہ سے اس نماز تہجد کو رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے فوراً بعد پڑھ لیا جاتا ہے تاکہ کم از کم رمضان میں زیادہ سے زیادہ لوگ قیام اللیل کی فضیلت حاصل کرسکیں اور اسی وجہ سے اس کی جماعت کا بھی اہتمام ہوتا ہے، کیوں کہ فرداً فرداً ہر شخص کے لیے اس کا پڑھنا مشکل ہے۔

⑤ ...... بعد میں اس قیام اللیل کو تراویح کا نام دے دیا گیا اور اسے رمضان کی مخصوص نماز سمجھا جانے لگا۔ حالاں کہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے نہ یہ رمضان کی کوئی مخصوص نماز ہی ہے۔ یہ قیام اللیل یا نماز تہجد ہی ہے جس کا پڑھنا سارا سال ہمیشہ ہی مستحب اور اہل صلاح وتقویٰ کا معمول رہا ہے۔ اس لیے اسے اوّل وقت میں اور باجماعت پڑھنے یا نیا نام رکھنے کی وجہ سے، تہجد سے مختلف نماز سمجھنا بالکل بے اصل اور بلا دلیل بات ہے۔

⑥ ...... رسول اللہ ﷺ کا قیام اللیل یا نماز تہجد میں کتنی رکعت پڑھنے کا معمول تھا؟ اس کی وضاحت صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ وتر کے علاوہ آٹھ رکعت اور وتر سمیت گیارہ رکعت ہے:

((مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ، وَلَا فِيْ غَيْرِهِ، عَلٰى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً)) [صحيح البخاری، باب قيام النبی بالليل فی رمضان وغيره، ح:١١٤٧، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعت النبی ﷺ فی الليل ...... الخ، ح:٧٣٩]

''رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ وضاحت ابوسلمہ کے اس سوال پر فرمائی تھی کہ نبی ﷺ کی رمضان میں (رات کی نماز) کس طرح ہوتی تھی؟ اس سوال کے جواب میں جو کہا گیا کہ گیارہ رکعت ہی آپ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے، تو رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا ذکر کرکے یہ بات سمجھا دی کہ جو غیر رمضان میں آپ کی تہجد کی نماز ہوتی تھی، وہی رمضان میں آپ کی تراویح ہوتی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے تین راتیں جو باجماعت قیام اللیل فرمایا، ان میں بھی آپ نے آٹھ رکعات اور تین وتر ہی پڑھائے۔ [قیام اللیل، للمروزی، اوّل کتاب قیام رمضان، ص:١٥٥، المكتبة الاثرية، سانگلہ ہل]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو باجماعت تراویح پڑھانے کا جو حکم دیا، وہ بھی گیارہ رکعتوں ہی کا تھا جو صحیح سند سے ثابت ہے۔ [موطا امام مالک، باب ماجاء فی قیام رمضان: ١/ ١٥٥ طبع بیروت]

⑦ ...... رمضان کے قیام اللیل یا تراویح میں ٢٠ رکعتوں کا معمول سنت نبوی کے خلاف ہے اور اس کے ثبوت میں جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں، وہ سب ضعیف ہیں۔ جس کا اعتراف علماء احناف کو بھی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

❀ ...... موطا امام محمد، باب قيام شهر رمضان، ص:١٣٨، طبع مصطفائی ١٢٩٧ھ۔

❀ ...... نصب الراية، علامه زيلعی حنفی: ٢/ ١٥٣۔ طبع المجلس العلمی، دابھیل، سورت، بھارت۔

❀ ...... مرقاة المفاتيح، ملا علی قاری حنفی: ٣/

۱۹۲، ۱۹٤ مكتبة امدادية ملتان ـ
❀...... عمدة القاری شرح صحيح البخاری، علامة بدر الدين عينی حنفی: ۷/ ۱۷۷ـ طبع منيريه، مصر ـ
❀...... امام ابن همام حنفی فتح القدير، شرح هداية: ۱/ ۳۳٤ ـ
❀...... حاشية صحيح بخاری، مولانا احمد علی سهارنپوری: ۱/ ۱٥٤ ـ
❀...... امام ابن نُجَيْم حنفی، البحر الرائق: ۲/ ۷۲
❀...... علامة طحطاوی حنفی، حاشيه در مختار: ۱/ ۲۹٥ ـ
❀...... ردّ المختار (فتاویٰ شامی) علامه ابن عابدين حنفی: ۱/ ٤۹٥ ـ
❀...... سيد احمد حموی حنفی، حاشيه الاشباه، ص:۹ ـ
❀...... علامه ابوالسعود حنفی، شرح كنز الدقائق، ص: ۲٦٥ ـ
❀...... حاشيه كنز الدقائق، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص: ۳٦ ـ
❀...... مراقی الفلاح، شرح نور الايضاح، ابو الحسن شرنبلالی، ص: ۲٤۷ ـ
❀...... شيخ عبدالحق محدث دهلوی، ماثبت فی السنة، ص: ۲۹۲ ـ
❀......مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ نے اپنے متعدد حواشی میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔مثلاً عمدۃ الرعایۃ:۱/ ۲۰۷۔
❀...... تعليق الممجد، ص: ۱۳۸
❀...... تحفة الاخيار، ص: ۲۸، طبع لكهنؤ ـ
❀...... حاشيه هدايه: ۱/ ۱٥۱ـ طبع قرآن محل كراچی ـ
❀......مولانا انور شاہ کشمیری کی صراحت کے لیے ملاحظہ ہو: فیض الباری:۱/ ۴۲۰
❀...... العرف الشذی، ص: ۳۰۹
❀...... كشف الستر عن صلوة الوتر، ص: ۲۷
❀...... شاه ولی اللّٰه محدث دهلوی، مصفی، شرح مؤطا فارسی مع مسوی: ۱/ ۱۷۷ ـ طبع كتب خانه رحيميه، دهلی ۱۳٤٦ـ وغيرها من الكتب ـ

ان تمام مذکورہ کتابوں میں سے بعض میں اگرچہ بعض صحابہ کے عمل کی بنیاد پر ۲۰ رکعات تراویح کا جواز یا استحباب ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن دو باتیں سب نے متفقہ طور پر تسلیم کی ہیں کہ تراویح کی مسنون تعداد آٹھ رکعات اور وتر سمیت گیارہ رکعات ہی ہیں نہ کہ بیس یا اس سے زیادہ۔ دوسری بات یہ کہ (۲۰) رکعات والی حدیث بالکل ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے۔

⑧......تراویح نفلی نماز ہے اور ایک مومن نوافل ادا کرتا ہے تو اس سے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا خصوصی قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔لیکن عام مساجد میں جس طرح قرآنِ مجید تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا ہے اور جتنی سرعت اور برق رفتاری سے رکوع، سجود اور قومہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔کیا اس طرح قرآنِ کریم اور نماز کا حلیہ بگاڑنے سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی توقع کی جاسکتی ہے؟نہیں، ہرگز نہیں۔تیزی اور روانی میں قرآنِ کریم کے سارے اعجاز، فصاحت وبلاغت اور اس کے انذار وتبشیر کا بیڑا غرق کر دیا جائے اور اسی طرح نماز کی ساری روح مسخ کر دی جائے اور پھر امید رکھی جائے کہ ہمیں اجر وثواب ملے گا، اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے گا اور ہم اس کے قرب خصوصی کے مستحق ہوجائیں گے۔ یہ سراسر بھول اور فریب نفس ہے، شیطان کا بہکاوا اور اس کا وسوسہ ہے، ہماری نادانی اور جہالت ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے قیام اللیل (تراویح) کی وہ فضیلت ہمیں حاصل ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے کہ
((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ

مِنْ ذَنْبِهِ)) [صحيح البخاری، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ح: ۲۰۰۹]

''جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا،اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔''

تو اس کے لیے ضروری ہے کہ قرآنِ مجید میں حسنِ تجوید اور ترتیل کا اوراسی طرح نمازوں میں ارکان اعتدال کا اہتمام کریں، جیسا کہ ان دونوں باتوں کی تاکید ہے۔ اس کے بغیر قرآن کا پڑھنا سننا کار ثواب ہے نہ تراویح وشبینوں کے اہتمام ہی کی کوئی اہمیت ہے۔

صدقۃ الفطر کے ضروری مسائل

رمضان کے آخر میں صدقۃ الفطر بھی ضروری ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ)) [صحيح البخاری، الزكاة، باب فرض صدقة الفطر، ح: ۱۵۰۳ وصحيح مسلم، الزكاة، باب زكاة الفطر على المسلمين من التمر والشعير، ح: ۹۸٤]

''رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ الفطر مقرر فرمائی ہے، ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ اسے نمازِ عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔''

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

① ......صدقۃ الفطر کے لیے صاحب نصاب یا صاحب حیثیت ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ ہر مسلمان پر فرض ہے، امیر ہو یا غریب۔ غریب بھی صدقۃ الفطر ادا کرے، اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے اسے اس پر پھر لوٹا دے گا۔

② ...... یہ ہر چھوٹے بڑے حتیٰ کہ غلام اور نوکر چاکروں پر بھی فرض ہے۔ ان کے بڑے اور آقا چھوٹوں اور ماتحتوں کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کریں۔

③ ......اس کی مقدار ایک صاع حجازی ہے جو ڈھائی کلو کا ہوتا ہے۔ ہر شخص کی طرف سے ڈھائی کلو غلہ ادا کیا جائے۔ بہتر ہے کہ کوئی جنس نکالی جائے، لیکن اس کی قیمت ادا کرنا بھی جائز ہے۔

④ ......اس کے مستحق وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں، مساکین وغرباء اور یتیم و بیوگان وغیرہ۔ یا دینی مدارس کے طلباء

⑤ ......اسے نمازِ عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔ بعض لوگ عیدگاہ پہنچ کر وہاں ادا کرتے ہیں، ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

⑥ ......اسے عید سے دو تین دن قبل بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ادا کردیا کرتے تھے۔

((كَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ)) [صحيح البخاری، الزكاة، باب صدقة الفطر على الحر والمملوك، ح: ۱۵۱۱]

رمضان المبارک میں کرنے والے کام

ہم رمضان المبارک کا استقبال کیسے کریں؟

اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کو بہت سے خصائص وفضائل کی وجہ سے دوسرے مہینوں کے مقابلے میں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے، جیسے:

❀......اس ماہ مبارک میں قرآنِ مجید کا نزول ہوا:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

❀......اس کے عشرۂ اخیر کی طاق راتوں میں ایک قدر کی رات (شب قدر) ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

﴿ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴾ [القدر: ۳]

''شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ہزار مہینے ۸۳ سال ۴ مہینے بنتے ہیں۔ عام طور پر ایک انسان کو اتنی عمر بھی نہیں ملتی۔ یہ امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اسے اتنی فضیلت والی رات عطا کی۔

❀...... رمضان کی ہر رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے

آزادی عطا فرماتا ہے۔

❀......اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔

❀......سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

❀......اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کو سنوارتا اور مزین فرماتا ہے اور پھر جنت سے خطاب کرکے کہتا ہے کہ میرے نیک بندے اس ماہ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اور مجھے راضی کرکے تیرے پاس آئیں گے۔

❀......رمضان کی آخری رات میں روزے داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ اگر انہوں نے صحیح معنوں میں روزے رکھ کر ان کے تقاضوں کو پورا کیا ہوگا۔

❀......فرشتے، جب تک روزے دار روزہ افطار نہیں کرلیتے، ان کے حق میں رحمت ومغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

❀......روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔

یہ اس مہینے کی چند خصوصیات اور فضیلتیں ہیں۔ اب ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کیسے اس کا استقبال کریں؟ کیا ویسے ہی جیسے ہر مہینے کا استقبال ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور غفلت کیشیوں سے کرتے ہیں؟ یا اس انداز سے کہ ہم اس کی خصوصیات اور فضائل سے بہرہ ور ہوسکیں؟ اور جنت میں داخلے کے اور جہنم سے آزادی کے مستحق ہوسکیں؟

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کا استقبال اس طرح کرتے ہیں کہ غفلت کے پردے چاک کردیتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کے ساتھ یہ عزم صادق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس ماہِ مبارک کی عظمتوں اور سعادتوں سے ایک مرتبہ پھر نوازا ہے تو ہم اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس کی فضیلتیں حاصل کریں گے اور اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، اعمال صالحہ بجالانے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹنے میں صرف کریں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ اس مہینے کے کون سے وہ اعمال صالحہ ہیں جن کی خصوصی فضیلت اور تاکید بیان کی گئی ہے۔

❀❀............❀............❀❀

قاری عبدالرحیم کلیم کو صدمہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ڈیرہ غازی خان کے سابق نائب امیر مولانا محمد یعقوب محمدی ۱۵۔ اگست ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ وفات پاگئے۔ قاری عبدالرحیم کلیم کے بہنوئی اور مولانا محمد اسحٰق ڈیروی رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ مرحوم نے زندگی کے ہر موڑ پر مسلک اہل حدیث کی خدمت کی۔ اور تا حیات مدرسہ اہل حدیث اسحاق آباد کی آبیاری کرتے رہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی عملی تصویر تھے۔ ان کی نماز جنازہ قاری عبدالرحیم کلیم نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں مرکزی قائدین علماء، سیاسی عمائدین وکلاء سماجی راہنماؤں اور عوام الناس نے بھرپور شرکت کی۔ سوگواران میں انہوں نے بیوہ، دو بیٹے اور سات بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس نصیب فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

[قاری عبدالقیوم، متعلم مدینہ منورہ وفاضل مرکز التوحید ڈیرہ غازی خان]

پروفیسر مولا بخش محمدی صاحب کو صدمہ

سندھ کے ممتاز عالم دین، نامور ادیب وقلم کار، مشہور علمی نقاد وسوانح نگار، ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدرآباد کی مجلس مشاورت کے رکن، محترم پروفیسر مولا بخش محمدی صاحب کا جواں سال بیٹا مجیب الرحمٰن ۷۔ اگست ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک ڈگری شہر (ضلع میر پور خاص) کے قریب ایک حادثے میں انتقال کرگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم مجیب الرحمٰن ایک ہونہار، ذہین اور محنتی طالب علم تھے، اپنے والدین کے فرماں بردار، ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے دیرینہ خوابوں کی تعبیر تھے، وہ اس وقت جامعہ بدیع العلوم اہل حدیث مٹھی ضلع تھرپارکر میں درس نظامی کے پانچویں سال میں زیر تعلیم تھے۔ عمر ۱۸ برس تھی۔ مرحوم کی وفات پر علامہ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ، مولانا سید ابوحمید شاہ راشدی، مولانا سید محمد قاسم شاہ راشدی، پروفیسر حافظ محمد سلفی صاحب، پروفیسر محمد جمن کنبھر، جامعہ بدیع العلوم کے جملہ اساتذہ کرام، طلباء اور منتظمین نے تعزیت کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور غمزدہ خاندان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم مجیب الرحمٰن کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔ تعزیت کے لیے پروفیسر صاحب کا ایڈریس اور فون نمبر:

پروفیسر مولا بخش محمدی صاحب P.O رحمان آباد، وایا نوکوٹ ضلع تھرپارکر سندھ پوسٹ کوڈ 69221۔ موبائل: 0333-2502157

[حافظ عبدالحمید گوندل، ایڈیٹر ماہنامہ دعوت اہل حدیث۔ حیدرآباد]

احکام و مسائل — آخری قسط

رمضان المبارک کے روزہ کی فرضیت ❷

مولانا محمد اسماعیل ساجد، جام پور

روزہ افطار کرانے کا ثواب:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اُس کے گناہ معاف ہو جائیں گے، اور وہ دوزخ سے آزاد ہو جائے گا اور اُس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، اور روزہ دار کے روزہ (ثواب) میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا ہم میں سے ہر شخص ایسا نہیں ہے جو روزہ افطار کرا سکے، تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر ایک کو یہ اجر دے گا اور جو کسی روزہ دار کو دودھ یا کھجور یا پانی سے روزہ افطار کرائے گا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے پانی پلائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس رحمت و برکت کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ روزہ افطار کرانے والے کو روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا، اور روزہ رکھنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ [رواہ البیہقی]

روزہ کے احکام:

صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے، جماع کرنے، غیبت، چغلی، فحش گوئی اور جھوٹ وغیرہ سے ایمان داری و خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ بچنے کا نام روزہ ہے۔ تو اس لیے روزہ کی حالت میں چغل خوری، جھوٹ بولنے اور فحش زبان استعمال کرنے سے پرہیز ضروری ہے اور روزہ کی حالت میں نماز پڑھنا بھی ضروری ہے۔ بعض لوگ روزہ رکھ لیتے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے تو ایسے لوگوں کا روزہ قبول نہ ہوگا، اگر روزہ کی حالت میں قصداً کھا پی لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کا کفارہ یہ ہوگا کہ ایک غلام آزاد کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر متواتر دو ماہ کے روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے دور میں بھی ایک ایسا کام ایک شخص سے ہو گیا تھا تو آپ ﷺ نے ان تینوں چیزوں کا حکم صادر فرمایا تھا۔

روزہ کی حالت میں جائز امور:

① ...... روزہ کی حالت میں مسواک کرنا اور تیل، خوشبو، سرمہ لگانا، سر پر پانی ڈالنا اور ہنڈیا کا نمک چکھنا اور کلی کرنا جائز ہے۔ البتہ زیادہ مبالغہ سے ناک میں پانی نہ ڈالے کہ وہ پانی حلق میں اتر جائے۔

② ...... روزہ کی حالت میں اگر احتلام ہو جائے، اپنی بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے، بشرطیکہ اپنے اوپر کنٹرول ہو۔

③ ...... روزہ کی حالت میں جنبی آدمی غسل کر سکتا ہے، جو آدمی کسی مجبوری کی وجہ سے صبح صادق سے پہلے غسل نہ کر سکے تو وہ روزہ رکھنے کے بعد غسل کر سکتا ہے۔ [ترمذی]

④ ...... اگر روزہ کی حالت میں حیض و نفاس آ جائے تو روزہ اس وقت ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضا مدت ختم ہونے کے بعد ہوگی۔

⑤ ...... جان بوجھ کر قے کرنا، یعنی حلق میں انگلی ڈال کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر قے خود بخود آ جائے تو پھر روزہ نہیں ٹوٹتا۔

روزہ کی رخصت:

بعض لوگوں کے لیے مخصوص حالت میں روزہ کی رخصت ہے۔

مریض: اگر روزہ رکھنے میں تنگی ہو یا مریض کے مرض میں اضافہ کا اندیشہ ہو تو وہ بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھے۔ لیکن بعد میں روزہ کی قضا ضروری ہے۔ [البقرۃ:۱۸۵]

مسافر: اگر سفر میں تکلیف محسوس کرے تو روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

لیکن سفر ختم ہونے کے بعد قضا لازمی ہوگی، مسافر کا سفر عارضی ہو یا دائمی روزہ چھوڑنے کی رخصت تو ہے لیکن اِس کی معافی نہیں۔

[بحوالہ سورۃ البقرۃ:۱۸۴]

حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت:

وہ عورتیں جو حمل سے ہوں، یا بچے کو دودھ پلا رہی ہوں اور ایسی عورتیں روزہ رکھنے میں دشواری یا تکلیف محسوس کریں تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہیں۔لیکن بعد میں چھوڑے گئے روزوں کی قضا فرض ہے۔حالت حیض اور نفاس میں روزہ رکھنا منع ہے۔لیکن یہ ایام گزرنے پر ان روزوں کی قضا ہوگی۔

نوٹ: حیض اور نفاس والی عورت کو ان مخصوص ایام میں نماز کی قضا نہیں لیکن روزہ کی قضا ان ایام کے بعد فرض ہے اگر یہ عورت فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء اس کی طرف سے روزے رکھیں۔جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

نابالغ بچہ:

نابالغ بچہ پر روزہ فرض نہیں ہے۔البتہ تربیت اور روزہ رکھنے کا عادی بنانے کے لیے اُسے روزے رکھوائے جائیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے اور کھلونوں کے ذریعے اُن کے دل بہلاتے اور ان کا روزہ مکمل کراتے۔

بوڑھا اور دائمی مریض:

جو انسان مرد یا عورت بہت بوڑھا ہو جائے اور روزہ رکھنے کی اُس میں طاقت نہ ہو یا وہ دائمی مریض ہو، جس کو اپنی صحت کے لوٹ آنے کا یقین نہ ہو تو ایسے بوڑھے اور دائمی مریض خود روزہ نہ رکھیں بلکہ اپنی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں تو یہ ان کا فدیہ ہوگا۔

مجنون یا پاگل:

مجنون یا پاگل پر نہ روزہ فرض ہے اور نہ ہی اس پر فدیہ ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی ان پر احکام فرض نہیں ہیں۔

① ...... پاگل یہاں تک کہ وہ عقل مند ہو جائے۔

② ...... سوئے ہوئے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔

③ ...... بچہ سے یہاں تک کہ وہ بلوغت تک پہنچ جائے۔

[بخاری جلد دوم]

تراویح کی فضیلت:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان المبارک کا قیام کیا (یعنی نماز تراویح پڑھی) ایمان اور ثواب کی نیت سے تو اس شخص کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔[بخاری]

تراویح سنت رسول ؐ ہے:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں آدھی رات کو نکلے اور مسجد میں جا کر نماز پڑھائی اور جب دوسرے دن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو علم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے رات با جماعت نماز پڑھائی۔تو دوسری رات بہت زیادہ لوگ اکٹھے ہو گئے اور تمام لوگوں نے آپ ﷺ کی امامت میں نماز تراویح ادا کی۔تیسرے دن اُس کی بہت زیادہ تشہیر ہوئی اور تیسری رات تو بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور نماز تراویح ادا کی۔

چوتھی رات لوگ مزید زیادہ اکٹھے ہو گئے، لیکن اس رات آپ ﷺ تشریف نہ لائے۔پھر فجر کی نماز کے وقت آپ تشریف لائے، اور آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کا مسجد میں جمع ہونا مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، میں اس ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں تم پر نماز تراویح کا ادا ہونا فرض نہ کر دیا جائے۔کیوں کہ وحی کا سلسلہ ابھی جاری ہے، اور تم اس کو ادا کرنے سے قاصر رہو۔

فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِیُ بُيُوْتِكُمْ ۔ [بخاری]

تو اس لیے میرے جانثاروں تم اس نماز کو اپنے گھروں میں ہی ادا کیا کرو۔

گیارہ رکعات تراویح سنت رسول ؐ ہے:

عَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اِنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ، فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَزِيْدُ فِیْ

رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً ۔

''سیدنا ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی نماز رمضان المبارک میں کیسی ہوتی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسولِ اکرم کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ تھی۔'' [بخاری،مسلم]

گیارہ رکعات تراویح کا فاروقی فیصلہ:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّہٗ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اُبَیَّ بْنِ کَعْبٍ وَتَمِیْمَ الدَّارِیَّ اَنْ یَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً ۔ [موطا امام مالك]

''سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو (وتر سمیت) گیارہ رکعات نماز تراویح پڑھائیں۔''

امام مالک کی اپنی رائے:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز تراویح کی وہ تعداد جس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا تھا وہ زیادہ محبوب اور وہ گیارہ رکعات ہیں۔

گیارہ رکعات کی ایک اور دلیل:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رمضان المبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول رات کو ایک بات ہوگئی وہ یہ کہ خواتین نے کہا کہ ہم قرآنِ مجید پڑھی ہوئی نہیں ہیں اس لیے ہم تمہارے پیچھے نماز تراویح پڑھیں گی۔ پھر میں نے ان کو آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھائے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہوگئے گویا آپ ﷺ نے اسے پسند فرمایا۔[قیام اللیل امام مروزی رحمہ اللہ]

دین میں کوئی بھی نئی بات پیدا کرنا جہنم میں داخلہ کا سبب ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ ۔ [متفق علیه]

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات بنائے (پیدا کرے) جو کہ اِس میں نہیں ہے تو وہ (بات) مردود (نا قابل قبول) ہے۔''

اب ہمیں قرآنِ مجید اور حدیث رسول ﷺ کے ان واضح فرمودات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہمیں مقلد نہیں بلکہ محقق بننا چاہیے اور پھر کائنات کے امام اعظم محمد ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہونا چاہیے ہمیں حنفی، شافعی، بریلوی، دیوبندی، جعفری کی بجائے محمدی بن کر زندگی گزارنے کے لیے قرآن وحدیث سے رہنمائی لینی چاہیے۔

اعتکاف:

ماہِ رمضان میں آخری عشرہ میں کی جانے والی خصوصی عبادات میں اعتکاف بھی شامل ہے، یہ مبارک عمل جناب محمد ﷺ کی سنت مؤکدہ ہے۔ اعتکاف کے معنی ٹھہرنے کے ہیں، اور شرعی مفہوم کے مطابق دنیا کے سارے کام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اور جامع مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

اعتکاف میں معتکف کو چاہیے کہ وہ کثرت سے نفلی نماز ادا کرے، قرآنِ مجید کی تلاوت کرے، ذکر الٰہی سے اپنے دل کو منور کرے، اور کثرت سے درود شریف پڑھے، مسجد میں قرآن وسنت کا درس دینا اور سننا بھی جائز ہے۔ اعتکاف کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔

اعتکاف کا ثواب:

عَنْ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنِ اعْتَکَفَ عَشْرًا فِیْ رَمَضَانَ کَانَ کَحَجَّتَیْنِ وَعُمْرَتَیْنِ ۔ [رواہ البیھقی]

''سیدنا حسین بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملے گا۔''

اعتکاف جامع مسجد میں ہونا چاہیے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ ۔ [مصنف ابی شیبہ، ج:۳]

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، اعتکاف جامع مسجد کے علاوہ (کسی اور جگہ) نہیں ہوگا۔''

اس کے علاوہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہی ہوگا، اور اس کے علاوہ کسی اور مقام پر نہیں۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہیں (لیکن جامع مسجد میں)، اللہ کے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا کرتی تھیں۔ [صحیح بخاری]

نوٹ: کیا آج کے پرفتن دور میں عورتیں مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہیں؟ اس بارہ میں بہت اختلاف ہے، صحیح یہی ہے کہ خواہ عورت ہو یا مرد ان کا اعتکاف جامع مسجد میں ہی ہوگا اگر خواتین کے لیے کوئی خطرہ نہ ہو۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ عورت گھر میں اعتکاف کرے تو زیادہ مناسب ہوگا لیکن یہ بات صحیح نہیں اس میں کئی اور قباحتیں بھی ہیں، تو جو لوگ عورت کو گھر میں اعتکاف کرواتے ہیں، وہ میاں بیوی پر تو زیادتی کرتے ہی ہیں ساتھ ساتھ وہ قرآن حکیم کے حکم کا بھی انکار کرتے ہیں۔

﴿ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ﴾

تو لہٰذا قرآن حکیم اور احادیث کی روشنی میں مسجد میں مباشرت اور گھر میں اعتکاف جائز نہیں، کیوں کہ ازواج مطہرات نے بھی مسجد میں ہی اعتکاف کیا تھا۔

اعتکاف کب کیا جائے:

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا چاہیے تو بیسویں تاریخ کو رات مسجد میں گزارے اور صبح کے وقت نماز فجر کے بعد اعتکاف گاہ میں چلا جائے اور شوال کا چاند دیکھ کر باہر نکلے۔

شب قدر کی فضیلت:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ جس میں عبادت کرنا، ہزار ماہ کی عبادت (یعنی ۸۳ سال اور چار ماہ) سے افضل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ ﴾ [القدر: ۱-۵]

''بے شک ہم (اللہ تعالیٰ) نے اس قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل کیا تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے، شب قدر ہزار ماہ سے افضل ہے۔ فرشتے اور روح (جبرئیل علیہ السلام) اس میں اپنے ربّ کے حکم سے اترتے ہیں۔ یہ رات طلوع فجر تک سلامتی والی ہے۔''

شب قدر میں گناہوں کی معافی:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ [صحیح بخاری]

''جو شخص شب قدر کا قیام ایمانداری، نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ کرے گا تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

شب قدر کی دعا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ۔ [ترمذی]

''اے میرے اللہ! بلاشبہ تو معاف کرنے والا، معافی کو پسند فرماتا ہے تو اس لیے تو مجھے بھی معاف فرما دے۔''

احکام صدقہ فطر:

فطر کے معنی روزہ کھولنے کے ہوتے ہیں، چوں کہ روزہ کی حالت میں انسان سے کوئی نہ کوئی لغو بے ہودہ بات اور گناہ بھی ہو جاتے ہیں اس لیے جب رمضان المبارک ختم ہوتا ہے تو روزہ کھولنے کی خوشی میں اللہ ربّ العزت کا شکریہ ادا کرنے اور گناہوں کا کفارہ کے لیے صدقہ وخیرات کرنے کو صدقہ فطر کہتے ہیں۔ اور صدقہ فطر بھی زکوٰۃ کی طرح فرض ہے۔ صدقہ فطر، مرد، عورت، بچہ، بوڑھا، آزاد، غلام، ہر امیر

وغریب پر فرض ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ اَوْ قَالَ رَمَضَانَ عَلَى الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ فَعَدَلَ النَّاسُ بِهٖ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَفِيْ لَفْظٍ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الْمُصَلّٰى ۔ [متفق علیه]

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر فرض کیا یا آپ نے صدقہ رمضان فرمایا: مرد عورت، آزاد، غلام پر کھجوروں کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع، پھر لوگوں نے چھوٹے اور بڑے پر گندم کے نصف صاع کو اُس کے برابر کردیا۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کے لیے عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک آدمی کو مقرر کر کے مکہ مکرمہ کی گلی محلوں میں اعلان کروایا:

اَلَا اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ ۔ [ترمذی]

''لوگو! آگاہ ہو جاؤ صدقہ فطر ہر مسلمان مرد، عورت، آزاد، غلام، چھوٹے اور بڑے پر فرض ہے۔''

صدقہ فطر یعنی فطرانہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں ہونے والی خطاؤں سے پاک ہونا ہے۔ [ابن ماجہ]

صدقہ فطر کتنا دیا جائے:

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُعْطِيْهَا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ فَلَمَّا جَآءَ مُعَاوِيَةُ وَجَآءَتِ السَّمْرَآءُ قَالَ اَرٰى مُدًّا مِّنْ هٰذِهٖ يَعْدِلُ مُدَّيْنِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَمَّا اَنَا فَلَا اَزَالُ اُخْرِجُهٗ كَمَا كُنْتُ اُخْرِجُهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۔ [بخاری ومسلم]

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے دور میں کھانے کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا پنیر کا ایک صاع یا منقے کا ایک صاع دیا کرتے تھے۔ پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بنے اور گندم بھی آنے لگی تو انہوں نے فرمایا میں اس کا مد دوسری اجناس کے دو مد کے برابر سمجھتا ہوں، سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ ہمیشہ نکالتا رہوں گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں نکالا کرتا تھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو فرض کیا تھا جس کی مقدار ایک صاع کھجور، جو، ہر غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے ہر مسلمان پر فرض ہے اور حکم فرمایا کہ یہ عیدگاہ میں جانے سے قبل ادا کرنا ہے۔

تشریح: صدقۃ الفطر ایک صاع ہے جس کا وزن اڑھائی کلو بنتا ہے۔ صدقہ فطر کھجور، جو، پنیر، چاول ہر قسم کا غلہ جو کھانے میں استعمال ہو دینا جائز ہے۔

صدقہ فطر کب ادا کرنا چاہیے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ ۔ [بخاری، ج:۱، ص:۲۰۴]

''کہ صدقہ فطر عیدگاہ کی طرف جانے سے پہلے ادا کیا جائے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک طریق بخاری میں اس طرح ہے کہ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا وَكَانُوْا يُعْطَوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ بَنِيْ نَافِعٍ قَالَ كَانُوْا يُعْطُوْنَ لِيَجْمَعَ لَا لِلْفُقَرَاءِ ۔

[بخاری، ج:۱، ص: ۲۰۵]

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عیدالفطر ایک یا دو دن پہلے ہی ان لوگوں کو صدقہ فطر جمع کروا دیتے جن کی صدقہ جمع کرنے کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

صدقہ جمع کرنے کی ڈیوٹی بنی نافع کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر عید سے دو چار دن پہلے ادا کرنا جائز ہے۔"

بعض لوگ صدقہ فطر رمضان المبارک کے شروع میں دے دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے فرض ادا کر دیا ہے، ایسے لوگوں کا یہ صدقہ فطر نہ ہوگا۔ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر عید سے ایک دو دن سے شروع ہو کر نماز عید کے لیے جانے سے پہلے دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخر الزماں جناب محمد ﷺ کی سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

عیدالفطر کا دن حدیث رسولؐ کی روشنی میں:

عید کے دن نہانا چاہیے۔[بیہقی شریف]

اچھا صاف لباس پہننا چاہیے۔[صحیح بخاری و مسلم]

عیدالفطر کا چاند نظر آنے کے بعد سے نماز کی ادائیگی تک بلند آواز سے تکبیرات پڑھنا نبی ﷺ کی سنت ہے۔[بیہقی]

رسول اللہ ﷺ عیدالفطر کے دن کھجوریں کھا کر نماز عیدالفطر کے لیے جایا کرتے تھے۔[صحیح بخاری:۵۹۳]

جس راستہ سے نماز عید پڑھنے جائیں اس میں بلند آواز سے تکبیرات پڑھتے جائیں اور واپسی پر راستہ تبدیل کر کے آنا نبی ﷺ کی سنت ہے۔

نمازِ عید کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیے:

نبی اکرم ﷺ نماز عیدالفطر و نماز عیدالاضحیٰ کے لیے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے۔[بخاری و مسلم]

عیدگاہ میں عورتوں کا جانا لازمی ہے:

نماز عید اور خطبہ واجتماعی دعا میں عورتوں کا شریک ہونا ضروری ہے حتیٰ کہ وہ خواتین بھی جنہوں نے عید نہیں پڑھنی ہوتی وہ بھی لازمی شرکت کریں۔ لیکن نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں، تکبیرات ساتھ ساتھ پڑھتی رہیں، اور وہ مسلمانوں کی دعا میں شامل ہو جائیں۔ اگر کسی عورت کے پاس پردہ کی چادر نہ ہو تو وہ بھی عیدگاہ میں ضرور جائے البتہ کسی ساتھ والی عورت کو چاہیے کہ وہ اسے اپنی چادر میں چھپالے۔[صحیح بخاری]

نوٹ: یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے، بعض لوگ عورتوں کو مساجد میں نماز کے لیے اور عیدگاہ میں نماز عید کے لیے جانے سے روکتے ہیں۔ اِن لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو۔"

یہ لوگ عذر پیش کرتے ہیں کہ راستہ میں عفت و عصمت کا مسئلہ بنتا اِس سے بدامنی پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ افسوس کی بات ہے کہ جب عورت بازار میں جاتی ہے یا شادی بیاہ کی مجالس میں شریک ہوتی ہے یا محفل میلاد و نعت میں شریک ہوتی ہے۔ سیاسی جماعتوں کے جلسے، جلوسوں میں شرکت کرتی ہے یا محفل شمع بنتی ہے۔ مزارات و خانقاہوں میں اکیلی رات گزارتی ہے، تو اِس وقت تو اس کی عفت و عصمت میں کوئی حرف نہیں آتا جب کہ ایسی تمام مجالس میں بھونڈوں کی اکثریت ہوتی ہے اور شیطان اپنی پوری شیطنت سے جلوہ افروز ہوتا ہے۔

اپنی عورتوں کو مساجد اور عیدگاہ میں جانے سے نہ روکو۔ اگر روکنا ہے تو ایسی مجالس سے روکو جہاں بے حیائی، عریانی، لغویات، فحش گوئی اور بداخلاقی کے مظاہرے ہوتے ہیں۔

عورتیں بے پردہ ہو کر اور خوشبو لگا کر اور زیب و زینت کر کے (مساجد، عیدگاہ اور بازاروں میں) نہ آئیں، یہ فرمان اور حکم نبوی ﷺ کا ماننا مسلمان مرد و عورت پر لازمی ہے۔

نمازِ عید:

نمازِ عید کی دو رکعات ہیں۔[صحیح بخاری و مسلم]

یہ سال کے بعد آتی ہے، جو لوگ پورا سال فرض نماز ادا نہیں کرتے وہ نماز عید ادا کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے حقوق اللہ کی ادائیگی کر لی۔ تو یہ ان کی خام خیالی ہے ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ایسا کر کے بہت بڑا جرم کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کو چاہیے، جس اہتمام سے نماز عید ادا کر رہے ہیں اِس سے کہیں زیادہ پانچ وقت فرض نمازوں کی ادائیگی کی فکر کریں۔ کیوں کہ فرض نماز کا کلی طور پر ترک کرنا دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے جب کہ فرمان نبی اکرم ﷺ ہے کہ مسلمان اور کافر

کے درمیان فرق کرنے والی صرف نماز ہے۔ یعنی جو نمازی ہے وہ مسلمان ہے اور جو نماز کا تارک ہے وہ مسلمانوں کی صف میں شامل نہیں ہے۔ نمازِ عید سے پہلے اور بعد میں (عیدگاہ میں) کوئی نماز نہیں۔

[بخاری ومسلم]

نمازِ عید کے لیے اذان، اقامت اور تکبیر نہیں۔ [ترمذی]

نبی اکرم ﷺ خطبہ سے پہلے نمازِ عید پڑھاتے تھے۔

[صحیح بخاری: ۹۶۲]

نمازِ عید کی ۱۲ زائد تکبیرات:

عید کی نماز میں بارہ (۱۲) تکبیرات زائد کہی جائیں۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد مسلسل سات تکبیرات اور دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ سے پہلے پانچ تکبیرات کہی جائیں۔ [ابوداؤد]

عید کی تکبیرات میں رفع الیدین:

ہر زائد تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنا سنت رسول ہے۔

[ابوداؤد، دارقطنی]

تکبیرات عید کے الفاظ:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔ اور

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۔

عید کے دن جب کسی دوسرے مسلمان بھائی کو عید ملے تو کہے:

تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکَ ۔ [فتح الباری]

رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزوں کی فضیلت:

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانُ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالَ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ ۔ [صحیح مسلم کتاب الصیام]

''سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے (پورے) روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ سارے سال کے روزے رکھنے کی طرح ہے۔''

حدیث: ایک نیکی کا اجر کم از کم دس گناہ ہے، تو اس طرح ایک ماہ (رمضان المبارک) کے روزے دس ماہ کے برابر ہیں اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھ لیے جائیں تو یہ دو ماہ کے برابر ہوں گے۔ گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے، یہ چھ نفلی روزے متواتر رکھ لیے جائیں یا ناغہ کر کے دونوں طرح جائز ہیں تاہم ماہِ شوال میں رکھنے ضروری ہیں۔

قبولیت دعا کا سنہری موقع:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِہٖ لَدَعْوَۃً مَا تُرَدُّ ۔

[سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۳]

''افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔''



دعائے مغفرت

چوہدری عبدالحفیظ طور (سٹینو انکم ٹیکس) فیصل آباد کی والدہ محترمہ ۱۵۔ اگست ۲۰۰۹ء کو رحلت کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب سے دعائے مغفرت و بلندئ درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

[نورالصمد ساجد طور، دارالعلوم غزنویہ شیش محل روڈ۔ لاہور]

درخواست دعائے صحت

مولانا عبدالعزیز راشد فیصل آبادی کے داماد جناب حاجی محمد علی (المدینہ ٹریول ایجنسی وہاڑی) گزشتہ دنوں اپنی کار میں جا رہے تھے۔ بورے والا وہاڑی روڈ پر ایک موٹر سائیکل کو بچاتے ہوئے ایک ٹرک سے جا ٹکرائے۔ متعدد زخموں کے علاوہ ان کے کندھے کی ہڈی فریکچر ہو گئی ہے۔ احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

[محمد زبیر عابد، شیخوپورہ]

احکام و مسائل

اعتکاف

ملک عصمت اللہ

اعتکاف کا معنی ومفہوم:

اعتکاف کے لغوی معنی اپنے آپ کو کسی جگہ یا مقام پر ٹھہرانے یا پابند کرنے کے ہیں۔لیکن شریعت میں اعتکاف کے معنی نیت کے ساتھ مسجد میں رکے رہنے کے ہیں۔قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

''اپنی عورتوں سے ملاپ نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف کررہے ہو۔'' [البقرۃ:۱۸۷]

اعتکاف کی حقیقت:

اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یکسو اور سب سے منقطع ہوکر بس اللہ سے لو لگا کر اس کے در پہ (یعنی کسی مسجد کے کونے میں) پڑ جائے اور سب سے الگ ہوکر تنہائی میں اس کی عبادت اور اسی کے ذکر وفکر میں مشغول رہے تاکہ اس سے تعلق باللہ میں ترقی وخصوصی مناسبت پیدا ہو۔

اعتکاف میں اللہ کا بندہ سب سے کٹ کر اپنے مالک ومولا کے آستانے پر اس کے قدموں پر پڑ جاتا ہے، اسی کو یاد کرتا ہے، اسی کے دھیان میں رہتا ہے اور اپنے قصوروں پر روتا ہے، رحیم وکریم مالک سے گڑگڑا کر اس کی رحمت ومغفرت مانگتا ہے اس کی رضا اور اس کا قرب چاہتا ہے اسی حال میں اس کے دن گزرتے اور اسی حال میں اس کی راتیں۔

اعتکاف کی فضیلت:

اعتکاف کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ (اعتکاف کی وجہ سے مسجد میں مقید ہونے کے سبب) گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کی نیکیوں کا حساب ساری نیکیاں کرنے والے بندے کی طرح جاری رہتا ہے اور نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے۔[سنن ابن ماجہ]

جب بندہ اعتکاف کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں مقید کردیتا ہے تو اگرچہ وہ عبادت اور ذکر وتلاوت وغیرہ سے اپنی نیکیوں میں خوب اضافہ کرتا ہے لیکن بعض بہت بڑی نیکیوں سے وہ مجبور بھی ہوجاتا ہے مثلاً وہ بیماروں کی عیادت اور خدمت نہیں کرسکتا جو بہت بڑا ثواب کا کام ہے کسی لاچار، مسکین، یتیم اور بیوہ کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ نہیں کرسکتا، کسی میت کو غسل نہیں دے سکتا جو اگر ثواب کے لیے اور اخلاص کے ساتھ ہو تو بہت اجر کا کام ہے۔اس طرح نماز جنازہ کی شرکت کے لیے نہیں نکل سکتا۔میت کے ساتھ قبرستان نہیں جاسکتا جس کے ایک ایک قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔لیکن اس حدیث میں اعتکاف والوں کو بشارت سنائی گئی ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں وہ سب نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں جن کے کرنے سے وہ اعتکاف کی وجہ سے محروم ہوجاتا ہے اور وہ ان کا عادی تھا۔

اعتکاف کی اقسام:

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

① ......اعتکاف واجب، ②......اعتکاف مستحب

③......اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ

واجب اعتکاف وہ ہے جس کی نذر مانی جائے۔اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف کروں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔[متفق علیہ]

مستحب اعتکاف وہ ہے جو رمضان کے آخری عشرہ کے علاوہ کسی وقت بھی کیا جائے اس کا کوئی وقت اور مدت نہیں۔کوئی جب اور جتنا چاہے اعتکاف کرسکتا ہے۔

سنت مؤکدہ اعتکاف وہ ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں ہر سال اعتکاف فرماتے یہاں تک کہ آپ اپنے رب سے جا ملے اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ اجمعین نے بھی اعتکاف کیا۔[متفق علیہ]

آنحضرت ﷺ کا زندگی بھر یہی معمول رہا البتہ ایک سال آپؐ اعتکاف نہ کر سکے تھے اس لیے دوسرے سال بیس روز کا اعتکاف کیا۔[ترمذی]

اعتکاف کی شرائط:

اعتکاف کی کچھ شرطیں ہیں جن کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا۔ پہلی شرط نیت ہے، نیت جس طرح دوسری عبادات کے لیے شرط ہے اسی طرح اعتکاف کے لیے بھی شرط ہے۔ نیت کے بغیر اعتکاف نہ ہوگا۔ نیت کے ضروری ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

دوسری شرط اعتکاف کا مسجد میں کرنا ہے، حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اعتکاف خواہ مرد کرے یا عورت اس کا مسجد میں ہونا ضروری ہے گھر یا کسی دوسری جگہ اعتکاف نہیں ہوسکتا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف کے لیے مسجد کی شرط صرف مردوں کے لیے ہے عورت اپنے گھر میں اعتکاف کرے گی۔ کیوں کہ وہی اس کی نماز کی جگہ ہے اور اس جگہ ٹھہرے رہنے سے اعتکاف کا مقصد پورا ہوجاتا ہے۔ اگر اس کے گھر میں مسجد نہ ہو تو وہ اس میں کوئی جگہ متعین کرلے اور اسی میں اعتکاف کرے۔

تیسری شرط روزہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ، اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ نبی اکرمؐ سے یہ ثابت نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، امام حسن بصری، امام شافعی اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل اور اسحٰق کے نزدیک روزہ شرط نہیں مستحب ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے پہلے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ لیکن نیل الاوطار میں قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے دوسرے مسلک کو صحیح قرار دیا ہے۔

روزہ صرف اعتکاف واجب کے لیے شرط ہے اس لیے کہ اعتکاف واجب ایک دن سے کم کا نہیں ہوسکتا اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی قید نہیں۔ مستحب اعتکاف میں روزہ شرط نہیں اس لیے کہ اس کی کوئی مدت مقرر نہیں اور اعتکاف مسنون کے لیے روزہ اس لیے شرط نہیں ہے کہ وہ رمضان میں ہی ہوتا ہے اور رمضان میں ترک صوم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اعتکاف کا وقت:

رمضان کے آخری دس دنوں میں ۲۰ رمضان کو مغرب کے بعد سے عید کا چاند دیکھ لینے تک اعتکاف کا مسنون وقت ہے۔ البتہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو اکیس رمضان کو صبح فجر کی نماز کے بعد جائے اعتکاف میں داخل ہوجاتے یعنی اعتکاف کے لیے اکیسویں شب میں نماز مغرب مسجد ہی میں پڑھتے اور اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ہی رات گزارتے جب صبح کی نماز پڑھتے تو اعتکاف کی مخصوص جگہ میں تشریف لے جاتے۔

احکام ومسائل: اعتکاف کے دوران نفل نماز، تلاوت، اللہ کے ذکر، اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنا اور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا مستحب ہے اور اس پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے۔ فقہاء کا ایک گروہ (امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما) حدیث اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا اور ان کی تصنیف وتالیف کرنے کو مستحب قرار دیتا ہے جب کہ دوسرا گروہ (امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) اس کو مستحب نہیں سمجھتا اس لیے کہ اعتکاف کا مقصد اللہ تعالیٰ سے لو لگانا ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس سے اس میں کمی آئے مستحب نہیں ہے۔

خواتین کا اعتکاف ان کے شوہروں کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر عورت اعتکاف کرنا چاہے تو اس کے لیے اپنے شوہر سے اجازت لینی ضروری ہے اگر وہ اس کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے گی تو خاوند کو روکنے کا اختیار ہے۔ اعتکاف کے دوران میں فضول گفتگو اور لغو کاموں میں مشغولیت مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ ضروری گفتگو کی جاسکتی ہے اگر اعتکاف کی حالت میں معتکف کے گھر کا آدمی اس سے ملاقات کرنے آئے تو اسے الوداع کہنے کے لیے اپنی اعتکاف کی جگہ سے نکل سکتا ہے۔ جمعہ باجماعت یا کسی بھی شرعی یا طبعی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔

مریض کی عیادت یا کسی کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی جاسکتی۔ البتہ کسی سے سرراہ چلتے چلتے اس کا حال احوال پوچھ لینا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو بیمار کی بیمار پرسی چلتے چلتے فرماتے، ٹھہر کر عیادت نہ فرماتے۔[ابوداؤد، ابن ماجہ]

احکام و مسائل

اعتکاف کے چند مسائل

ابوبکر ظفر

اسلام اپنے ماننے والوں کی روحانی تربیت کے لیے مختلف اسباب اور طریقے بیان کرتا ہے، کبھی کوئی خاص عمل بتا کر جنت کی ضمانت دیتا ہے اور کبھی خاص اوقات میں ہونے والے ہر عمل کی قبولیت یقینی بناتا ہے۔

ماہِ رمضان گنہگاروں کی بخشش کا خاص مہینہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مختلف ایام، اعمال، اوقات حتیٰ کہ لمحات کے بھی الگ الگ فضائل وفوائد ذکر کیے ہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے معمولات اس مہینہ کے شروع ہوتے ہی عام معمولات سے ممتاز ہوجاتے تھے۔

اس مہینہ میں آخری دس دن نہایت بابرکت اور رحمتیں سمیٹنے کے لیے خاص ہیں، ان ایام کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ رمضان کے آخری دس دن اور ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں سے کون سا عشرہ زیادہ افضل ہے؟

جواب: رمضان کی آخری دس راتیں ذی الحجہ کی راتوں سے افضل ہیں۔ جب کہ ذی الحجہ کے پہلے دس دن رمضان کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں۔[مجموعہ فتاویٰ: ۲۵/ ۲۸۷]

لغوی معنی: کسی کام کو ضروری قرار دینا نیز خود کو اس کا پابند بنانا۔

شرعی معنی: خاص طریقہ سے کسی شخص کا مسجد میں ٹھہرنا۔

[فتح الباری: ۴/ ۲۷۱]

اعتکاف کا حکم: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم اس رائے پر متفق ہیں کہ اعتکاف واجب نہیں۔ البتہ دو صورتوں میں ضروری ہو جاتا ہے:

① ......اعتکاف شروع کرنے سے، ② ......نذر ماننے سے۔

[فتح الباری: ۴/ ۲۷۱]

اعتکاف کا مقصد:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ اکیسویں رات اپنے معتکف میں تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے خواب میں لیلۃ القدر دکھائی گئی لیکن پھر بھلا دی گئی، مجھے یہ بھی دکھایا گیا کہ میں اس صبح کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ آئندہ تم لیلۃ القدر آخری دس راتوں میں اور ان کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' [صحیح بخاری: ۲۰۲۷]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کا اہم مقصد لیلۃ القدر کی تلاش ہے۔

اعتکاف کے اوقات:

آپ ﷺ کے معمول کا ذکر کرتے ہوئے ابوسعید خدری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ ماہِ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے تو آپ ﷺ نے آئندہ آخری عشرے میں اعتکاف کا اعلان فرمایا۔ (او کماروی) [صحیح بخاری: ۲۰۲۷]

عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔[صحیح بخاری: ۲۰۲۵، ۲۰۲۶]

نیز حضرت عائشہ کی تصریح کے مطابق یہ آپ ﷺ کا آخری یعنی وفات تک کا عمل تھا اور امہات المومنین آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اسی عمل پر کاربند رہیں۔[صحیح بخاری ۲۰۲۶]

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے امہات المومنین کے اعتکاف کے لیے زیادہ خیمے مسجد میں لگے ہوئے دیکھے تو ماہِ رمضان کا اعتکاف چھوڑ کر شوال میں اعتکاف فرمایا۔[صحیح بخاری: ۲۰۳۳]

ان روایات سے چند مسائل معلوم ہوتے ہیں:

① ......اعتکاف کا مستحب وقت ماہ رمضان کا آخری عشرہ ہے۔

② ......قضائے اعتکاف کی صورت میں ماہ شوال میں بھی اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔

③ ......خواتین بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔

درج بالا واقعہ کا پس منظر یوں ہے: رات آپ ﷺ نے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں گزاری تھی اور صبح یہ واقعہ پیش آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اعتکاف شروع کر کے چھوڑ دیا جائے تو دوبارہ اعتکاف کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ نیز قضا کی اس صورت میں دورانِ اعتکاف روزہ ضروری قرار نہیں پاتا، اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی بھی ہے۔

نذر کا اعتکاف:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پوچھا کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے مسجد الحرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو۔''
[صحیح بخاری:۲۰۳۲]

فائدہ: ① ...... اس روایت سے اعتکاف کے لیے روزہ کا التزام ضروری نہیں رہتا۔

② ...... نیز رمضان اور غیر رمضان ہر وقت اعتکاف بیٹھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

③ ......اور اس میں دن یا رات یا اس سے کم وبیش اوقات کا تعین بھی نہیں رہتا۔

خواتین کا اعتکاف:

اس سلسلہ کی دو روایات تو اوپر درج ہو چکیں۔ ''امہات المومنین آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اعتکاف کرتی تھیں۔''
[صحیح بخاری:۲۰۲۶]

امہات المومنین بھی آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمے لگاتی تھیں۔[صحیح بخاری:۲۰۳۳]

البتہ دوسری روایت میں آپ ﷺ کی ناراضگی کی بنا پر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: خواتین کا مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے۔ جب کہ اپنے گھر کی مسجد یعنی نماز کے لیے مخصوص جگہ پر اعتکاف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ نیز فرماتے ہیں علمائے احناف کے نزدیک کسی خاتون کا مسجد میں اعتکاف صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ اعتکاف کرے۔[فتح الباری:۴/۲۷۵]

حافظ ابن حجر اپنا فیصلہ یوں صادر فرماتے ہیں: خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف نہ کرنا ہی افضل ہے۔[فتح الباری:۴/۲۷۷]

اکثر اہل علم حدیث کی بنا پر خواتین کو مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت دیتے ہیں، البتہ کسی فتنہ یا ریاکاری جیسے مفاسد کی صورت میں حافظ ابن حجر کا فیصلہ درست معلوم ہوتا ہے۔

خاتون کو اپنے خاوند کی اجازت سے اعتکاف بیٹھنا چاہیے اور اگر خاوند اجازت نہ دے تو اعتکاف بیٹھی ہوئی خاتون کو بھی گھر واپس بھجوا سکتا ہے۔ اس کی دلیل صحیح بخاری کی روایت ۲۰۳۴ ہے، جو اوپر ذکر ہو چکی، اس کے ضمن میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے متعدد روایات ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّلاً عائشہ پھر حفصہ نے اجازت طلب کی تھی۔
[فتح الباری:۴/۲۷۶]

اعتکاف بیٹھنے کا طریقہ:

بیسواں روزہ افطار کرنے کے بعد اعتکاف بیٹھنے والوں کو چاہیے کہ مسجد میں آجائیں تاکہ اکیسویں رات لیلۃ القدر کی تلاش میں بسر ہو، البتہ اپنے لیے خاص کی ہوئی جگہ یعنی معتکف میں صبح کی نماز کے بعد جائے۔ اعتکاف کا اختتام بھی اسی طرح آخری روزہ افطار کرنے کے بعد شوال کا چاند نظر آنے پر کیا جائے اور پھر اپنا سامان وغیرہ سمیٹ کر باہر آئے۔ اعتکاف کے لیے الگ حجرے بنانا نیز ضروری سامان ساتھ رکھنا بالترتیب ان روایات سے ثابت ہے۔[صحیح بخاری:۲۰۳۴، ۲۰۴۰]

دورانِ اعتکاف کرنے کے کام:

① ......طاق راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش۔
[صحیح بخاری:۲۰۲۰، صحیح مسلم:۲۷۷۶]

② ......اگر لیلۃ القدر مل جائے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔

[مسند احمد: ۲۵۳۸٤]

③......تلاوت قرآنِ مجید نیز مسنون اذکار کی کثرت۔

④......اعتکاف میں ضروریاتِ زندگی کے بعض امور سرانجام دے سکتا ہے، مثلاً: غسل کرنا، تیل وغیرہ لگوانا۔[مسلم:۲۹۷]

⑤......نہایت ضروری کام سے مسجد سے باہر بھی جا سکتا ہے۔
[صحیح بخاری:۶۲۱۹]

دوران اعتکاف جن کاموں سے اجتناب ضروری ہے:

①......مریض کی عیادت نہ کرے۔ البتہ سرسری طور پر چلتے ہوئے کسی مریض کو حال احوال پوچھا جا سکتا ہے۔

②......جنازے میں نہ جائے۔

③......بیوی سے صحبت نہ کرے۔[ابوداؤد:۲۴۷۳]

④......بالکل خاموشی اختیار نہ کرے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

روزہ یا اعتکاف میں بالکل خاموشی اختیار کرنا بدعت مکروہ ہے۔ اس فیصلہ پر تمام اہل علم متفق ہیں۔[مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ:۲۵/۲۹۲]

⑤......اپنے محلے یا علاقے کی مسجد کو چھوڑ کر یا دوسرے شہروں کا سفر کر کے کسی خاص مسجد میں اعتکاف بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ ایسا عمل صرف تین مساجد کی طرف سفر کر کے تو کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے علاوہ کسی دوسری جگہ کی طرف عبادت کے لیے اہتمام سے سفر کرنا ممنوع ہے۔

⑥......نیز آج کل مروّجہ عادات یعنی اخبار وغیرہ کا مطالعہ یا ٹیلی فون پر رابطہ وغیرہ ایسے کام ہیں جو اعتکاف کے بنیادی مقاصد اور آداب کے خلاف ہیں۔

⑦......اسی طرح بعض مساجد میں وعظ وتبلیغ اور شبینہ وغیرہ کا عمل بھی معتکف کے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے۔ قیام اللیل کے لیے اسپیکر کے بغیر اہتمام ہونا چاہیے اور وعظ وتبلیغ کے لیے بھی کسی دوسرے وقت کا اہتمام کیا جائے تو زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ اس بارے میں تفصیلی مضمون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے افادات پر مشتمل اسی شمارہ میں شامل اشاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کی برکات سمیٹنے کا بھرپور موقع عنایت فرمائے، آمین یارب العالمین۔



اپیل

دارالدعوۃ السّلفیہ میں قائم مولانا عطاء اللہ حنیف لائبریری سے استفادہ کرنے کے لیے طلباء، علماء اور محققین تشریف لاتے ہیں۔ ان کے لیے لائبریری میں بیٹھ کر کام کرنے کا معقول انتظام نہ تھا۔ ان حضرات کو یہ سہولت فراہم کرنے کے لیے فرنیچر خرید ا گیا ہے جس کی قیمت کی ادائیگی باقی ہے۔ مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ اس سلسلے میں دارالدعوۃ السّلفیہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

[ناظم دارالدعوۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ۔ لاہور]

افادات مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ

طاق راتوں میں شب بیداری کا مسنون طریقہ

وعظ وتقریر تعامل سلف کے خلاف ہے

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں پانچ طاق راتیں آتی ہیں:۲۱،۲۳،۲۵،۲۷،۲۹ شب۔

ان پانچ راتوں میں سے کسی میں شب قدر کا احتمال غالب ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے مبہم رکھا ہے کہ مسلمان اس کی تلاش وجستجو کے شوق میں پانچ راتوں میں خصوصاً اللہ کی عبادت میں منہمک ہوں۔نوافل پڑھیں،تلاوتِ قرآن کریں،استغفاراور ذکرالٰہی میں مصروف رہیں۔

چناں چہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے دور خیر القرون میں ان پانچوں راتوں میں مسلمان کثرت سے عبادت وذکرالٰہی کا اہتمام کرتے کہ شاید وہ اس شب قدر سے حظ پاسکیں جس کی عبادت ہزار مہینوں (۸۳ سال سے زائد مدت) سے افضل ہے۔

﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴾ [القدر:۳]

یہ عبادت وذکر اور شب بیداری کا اہتمام انفرادی طور پر ہوتا تھا یعنی فرداًفرداً ہر شخص اپنے طور پر قیام اور تلاوت کرتا۔مگر شب بیداری کی مروّجہ اجتماعی صورتیں خیرالقرون میں نہیں تھیں۔یعنی ان طاق راتوں میں وعظ وتقریر کا اہتمام،شبینوں میں غلو یا صلوٰۃ التسبیح کا باجماعت رواج جس طرح کہ پنجاب کے بعض علاقوں میں ہوتا ہے، بالخصوص اس رات کو وعظ کا ضرور اہتمام کیا جاتا ہے،جس رات تراویح میں قرآنِ مجید ختم ہوتا ہے۔

افسوس ہم اہل حدیثوں میں بھی ختم قرآن کے ساتھ ساتھ وعظ کے ذریعے شب بیداری کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔حالاں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے دور میں ایسی چیزوں کا وجود نہیں تھا۔ چناں چہ چھٹی صدی ہجری کے مالکی امام ابوبکر محمد بن الولید طرطوشی رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں:

لم یرووا فی شیء من ذلك احدثه الناس من هذه البدع من نصب المنابر عند ختم القرآن والقصص والدعاء بل قد حفظ النهی عن ذلك ۔ [کتاب الحوادث والبدع، ص:۵۲]

محدثین نے (صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں) ایسی کوئی روایت بیان نہیں کی کہ رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر وعظ کیے جائیں اوراس کے بعد بلند آواز سے لمبی لمبی دعائیں کی جائیں بلکہ ائمہ سلف سے توان چیزوں کی ممانعت منقول ہے۔پھر امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق یہ لکھ کر انہوں نے ان چیزوں کو ناپسند کیااوراس سے روکا ہے، لکھتے ہیں:

ان الامر المعمول به فی المدینة انما هو الصلاة من غیر قصص ولا دعاء ۔

کہ ''مدینہ میں بغیر وعظ اور مروّجہ دعاؤں کے صرف نماز کا معمول تھا۔''

امام مالک رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ (المدونۃ الکبریٰ ص:۱۹۴،طبع مصر ۱۳۱۲ھ) میں موجود ہے۔ان کے شاگرد امام ابن القاسم لکھتے ہیں:

سمعت مالکا یقول الامر فی رمضان الصلوٰة ولیس بالقصص بالدعاء لکن الصلوٰة ۔ انتهی

آگے چل کر وہ سوال وجواب کی صورت میں لکھتے ہیں:

فان قیل فهل یا ثم فاعل ذلك ۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا؟

فالجواب ان یقال اما ان کان ذلك علی وجد السلامة من اللغط ولم یکن الا الرجال او الرجال والنّساء منفردین بعضهم عن بعض یستمعون الذکر ولم ینتهك فیه شعائر الرحمٰن فهذه البدعة

التی کرھھا مالك ۔ [ص:٦٨]

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی مجلسیں شور وشغب اور مرد وزن کے بے پردہ اجتماع سے پاک ہوں اور شعائر اللہ کی بے حرمتی بھی ان میں نہ ہو تو اس بدعت کو امام مالک رحمہ اللہ نے مکروہ جانا ہے۔

چھٹی صدی ہجری یعنی آج سے آٹھ سو سال قبل (اندلس کے) قیروان شہر میں ایسا ہوتا تھا تو اس وقت محقق علماء نے اس فعل پر نکیر اور اسے بدعت قرار دیا۔ چناں چہ شیخ ابوشامہ شافعی رحمہ اللہ (متوفی ٦٦٥) انہی امام طرطوشی رحمہ اللہ کی نکیر اہل قیروان کے متعلق نقل کرتے ہیں۔

وقد انكر الامام الطرطوشى علٰى اهل القيروان اجتماعهم ليلة الختم فى صلٰوة التراويح فى شهر رمضان ونصب المنابر وبين انه بدعة ومنكر وان مالكاً رحمه الله تعالٰى كرهه ۔ [الباعث علی انکار البدع والحوادث، ص:٢٥، طبع مصر]

''امام طرطوشی رحمہ اللہ نے اہل قیروان کی اس بات پر سخت نکیر کی کہ وہ رمضان میں ختم قرآن والی رات میں وعظ وتقریر کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اسے انہوں نے بدعت قرار دیا۔''

بہرحال شب بیداری کے مروّجہ طریقے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے دور میں نہیں تھے۔ لہٰذا ان طریقوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اہل حدیث مساجد میں خصوصاً اس رواج کو بند ہونا چاہیے کہ اس سے بدعات کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ البتہ انفرادی طور پر ان راتوں میں تلاوتِ قرآن (نفلوں میں یا ویسے) کا اہتمام کیا جائے اور شب قدر کی فضیلت وسعادت حاصل کرنے کی پوری سعی کی جائے۔

❀❀............❀............❀❀

بقیہ: ایک حدیث کی تشریح

تنبیہ: امام نووی نے کہا ہے کہ جو نفل نمازیں شعائر اسلام میں سے ہیں ان کا مسجد میں ادا کرنا افضل ہے اور ان نمازوں میں انہوں نے نماز تراویح کا ذکر بھی کیا ہے، ملاحظہ ہو شرح مسلم: ٦/ ٣٩•••٧۔ مگر ہمارے نزدیک ان نمازوں میں نماز تراویح کا ذکر محل نظر ہے۔ کیوں کہ اگر ایسی بات ہوتی تو رسول اللہ صحابہؓ سے جب وہ چوتھی رات نماز تراویح باجماعت ادا کرنے کے لیے کثیر تعداد میں مسجد میں جمع ہوئے یہ نہ فرماتے: ''فصليكم بالصلاة فى بيوتكم، فإن خير صلاة المرء ......''

نفل نماز کی گھر میں فضیلت کیوں؟

علامہ طیبی لکھتے ہیں:

" إنّ النوافل شرعت للقربة إلى اللّه تعالٰى واخلاصاً لوجهه، فينبغى أن تكون بعيدة عن الرياء ونظر الخلق، والفرائض أسست لإشادة الدين وإظهار شعائر الإسلام، فهى جديرة بأن تقام على رؤوس الأشهاد ۔" [شرح المشكاة: ٤/ ١٢٣٦]

''نوافل اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول اور اس کی خوشنودی کی خاطر مشروع کیے گئے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ ریا کاری اور لوگوں کی نظروں سے دور ہوں، مگر فرائض چوں کہ دین اسلام کے شعائر کے اظہار کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ لہٰذا ان کا لوگوں کے سامنے ادا کرنا زیادہ لائق ومناسب ہے۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

" وإنما حث على النافلة فى البيت لكونه أخفى وأبعد من الرياء، وأصون من المحبطات ويتبرك البيت بذلك وتنزل فيه الرحمة والملائكة، وينفر منه الشيطان ۔" [شرح مسلم للنووى: ٦/ ٦٧، ٦٨۔ ايضاً فتح البارى: ٢/ ٢١٥، ٢١٦]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں نوافل کی ترغیب اس لیے دلائی ہے کہ گھر میں ان کی ادائیگی زیادہ مخفی اور ریاء سے بہت دور ہے اور اعمال کو برباد کردینے والی چیزوں سے محفوظ رکھے، نیز اس لیے بھی کہ ان کی ادائیگی سے گھر میں برکت ہو، اس میں رحمت اور فرشتوں کا نزول ہو اور شیطان اس سے فرار ہو جائے۔''

سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت استغفرك وأتوب إليك ۔

❀❀............❀............❀❀

احکام و مسائل

شب قدر

مولانا محمد امین اثری

شب قدر کی فضیلت:

جس طرح رمضان المبارک کے مہینے کو سال کے دوسرے تمام مہینوں پر ایک خصوصی فضیلت اور شرف حاصل ہے، اسی طرح رمضان کی ایک خاص رات کو سال بھر کی راتوں پر، جن میں خود اس مہینے کی باقی تمام راتیں بھی شامل ہیں، ایک غیر معمولی برتری حاصل ہے۔ اس رات کو قرآنِ مجید نے ''لیلۃ القدر'' (شب قدر) اور ''لیلۃ المبارکہ'' (مبارک شب) فرمایا ہے اور اس کی قدر اور برکت کا حال یہ بتایا ہے کہ

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ [القدر:۳]

یعنی شب قدر کی عبادتوں کا ثواب دوسری ہزار راتوں کی عبادت کے ثواب سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ (کذا فی الخازن)

فضیلت کی وجہ:

اس غیر معمولی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو نازل فرمانے کے لیے رمضان کی اسی شب کو منتخب فرمایا تھا۔ جیسا کہ آیاتِ کریمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]

''ماہِ رمضان کہ جس میں نازل کیا گیا قرآنِ مجید۔''

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ [الدخان:۳]

''بے شک ہم نے اس کو ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں اتارا'' اور

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر:۱]

''بے شک قرآن کو ہم نے شب قدر میں اتارا ہے۔''

پہلی آیت اس امر کی صراحت کر رہی ہے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے جس مہینے میں نازل فرمایا تھا وہ رمضان کا مہینہ تھا اور دوسری آیت اس امر کی صراحت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل فرمانے کے لیے ایک خاص رات کو منتخب فرمایا تھا اور یہ وہی رات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر اور لیلۃ مبارکہ کہا ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کا نزول رمضان المبارک کی اسی رات میں ہوا تھا۔ لیلۃ القدر میں قرآن کے نازل کیے جانے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ''اس رات میں پورا قرآن لوح محفوظ سے نچلے آسمان پر اتار دیا گیا تھا۔ اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں آنحضرت ﷺ پر نازل فرمایا جاتا رہا۔ چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' نَزَلَ بِهٖ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَام جُمْلَةً وَاحِدَةً فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اِلٰى سَمَآءِ الدُّنْيَا اِلٰى بَيْتِ الْعِزَّةِ وَاَمْلَاهُ جِبْرِئِيْلُ عَلَى السَّفَرَةِ ثُمَّ كَانَ جِبْرَئِيْلُ يُنْزِلُهٗ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ نُجُوْمًا وَّكَانَ بَيْنَ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ ثَلٰثٌ وَعِشْرُوْنَ سَنَةً ۔'' [تفسیر قرطبی، ج:۲۰، ص:۱۳۰]

''جبرئیل علیہ السلام شب قدر میں قرآنِ کریم کو بیک دفعہ لوح محفوظ سے نچلے آسمان میں بیت العزہ تک لے آئے، اور لکھنے والے فرشتوں کو اس کا املا کرایا، پھر وہ اسے تھوڑا تھوڑا کر کے حضور ﷺ پر نازل کرتے رہے۔ اس کام کے آغاز اور اس کے اختتام کے درمیان تیئیس سال کا زمانہ گزرا۔''

لیلۃ القدر میں قرآن کے نازل کیے جانے کا دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ''اسی رات میں پورا قرآن لوحِ محفوظ سے آسمان پر اتارا گیا اور آنحضرت ﷺ پر اس کے نزول کی ابتداء بھی اسی رات سے ہوئی جیسا کہ امام شعبی وغیرہ کا خیال ہے۔ [تفسیر قرطبی]

بہر حال مطلب یہ ہو یا وہ، حقیقت دونوں شکلوں میں یہی قرار پاتی ہے کہ قرآنِ کریم کی نعمت سے نوع انسانی کو سرفراز کیے جانے کا عملی اقدام اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسی خاص رات میں شروع ہوا۔ سوچیے قرآن کیا چیز ہے؟ انسان کے لیے اس کی کیا اہمیت ہے؟ پھر وہ رات اتنی برتر اور افضل

کیوں نہ قرار پاتی، جس میں دنیاوالوں پر ہدایت الٰہی کا آفتاب طلوع ہوا۔

﴿ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ﴾ [البقرة]

''اس ماہ رمضان میں قرآن اتارا جو لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اور اس میں واضح ہدایات ہیں۔''

اور جس سے نوع بشر پر اللہ رب العالمین کی سب سے عظیم نعمت کی تکمیل کا آغاز ہوا۔

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ﴾

''آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی۔'' [المائدہ]

تکوینی اہمیت:

شب قدر کی ایک خاص اہمیت اور بھی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴾

''اس رات میں فرشتے اور جبرئیل علیہ السلام اپنے رب کے حکم کے تحت ہر ایک کام سے اترتے ہیں۔'' [القدر: ٤]

یعنی اللہ تعالیٰ اس رات میں سال بھر کے اندر ہونے والے امور مثلاً پیدائش اور موت، بیماری اور صحت، غربت اور خوشحالی، قحط اور بارش، امن اور جنگ اور روزی وغیرہ کے فیصلے فرشتوں کے سپرد کرتا ہے۔ اسی بناء پر اس رات کو لیلۃ الحکم اور ''لیلۃ التقدیر'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ قضا وقدر کے فیصلے ہی اس رات میں کیے جاتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ وہ تمام فیصلے جو ازل میں اللہ تعالیٰ مخلوق کے بارے میں صادر فرما چکا ہے اور جو لوح محفوظ میں اوّل روز ہی سے لکھے ہوئے ہیں، اس شب میں ان میں سے ایک سال سے تعلق رکھنے والے فیصلے ان فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں جو عالم کا نظام چلانے پر مامور ہیں تا کہ وہ انہیں آئندہ بارہ مہینوں تک ان کے اپنے مقرر کردہ اوقات پر نافذ کرتے رہیں۔ چناں چہ علامہ آلوسی آیت مذکور کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" وَالْمُرَادُ اِظْهَارُ تَقْدِيْرِهٖ تَعَالٰى ذٰلِكَ لِلْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ الْمَامُوْرِيْنَ بِالْحَوَادِثِ الْكَوْنِيَّةِ وَاِلَّا فَتَقْدِيْرُهٗ تَعَالٰى جَمِيْعَ الْاَشْيَآءِ اَزَلِيٌّ قَبْلَ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ـ" [روح المعانی]

''اس ارشاد خداوندی کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کو جو امور عالم سے متعلق ہوتے ہیں ان ملائکہ کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے جو کائنات کے اندر آئندہ وجود میں آنے والے ہوتے ہیں۔ ورنہ ساری ہی چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے ازلی ہیں، اور آسمان وزمین کی پیدائش سے قبل ہی ہو چکے ہیں۔''

شب قدر کہے جانے کی وجہ:

علمائے دین نے اس رات کو قدر کی رات فرمائے جانے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں:

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اس رات کو شب قدر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ عظیم قدر و منزل والی رات ہے۔''

شیخ ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ ''اس شب میں عبادت اور ذکر الٰہی کی وجہ سے معمولی اور نا قابل لحاظ لوگ بھی قدر و منزلت حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لیے اس کو شب قدر کہا جاتا ہے۔''

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''چوں کہ اس شب میں قرآن کریم کا نزول ہوا جو دینی و دنیوی سعادتوں کا ذریعہ اور سرچشمہ ہے اور اس شب قدر میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی بے پایاں رحمت نازل ہوتی ہے، اس کے مقرب فرشتوں کا دنیا میں نزول ہوتا ہے، اور بندوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس لیے اس کا نام لیلہ مبارکہ بھی رکھا گیا۔''

[تفسیر مظہری، ج:۸، ص:۳٦٧، روح المعانی، ج:۳۰، ص:۱۹۲]

صحیح تر بات یہ ہے کہ اس رات کو قدر کی رات فرمائے جانے کی وجہ یہ ساری باتیں ہی ہیں نہ کہ ان میں سے صرف کوئی ایک۔

شب قدر......شب عبادت:

شب قدر اللہ تعالیٰ کی جتنی عظیم نعمت ہے، اتنی ہی عظیم اس کی قدر شناسی بھی ہونی چاہیے ورنہ سخت محرومی کی بات ہوگی۔ ایمان کے لذت شناس اور خوش قسمت وہی لوگ ہیں جو شب قدر پائیں اور اس کی قدر پہچانیں یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے حضور، قیام و سجود میں، دعا و استغفار میں، ذکر و تسبیح میں، درود اور تلاوت قرآن میں گزار دیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔"

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص شب قدر کو ایمان کے ساتھ قیام نماز میں گزار دے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔'' [بخاری و مسلم]

قیامِ شب کا عام مفہوم اگرچہ نماز کا قیام یعنی نماز پڑھنا ہے، لیکن اس روایت میں قیام سے مراد صرف نماز کا قیام اور نماز پڑھنا ہی نہیں ہے بلکہ نماز اور تلاوت قرآن، ذکر اور استغفار، تسبیح اور تہلیل، سارے ہی امور عبادت اس میں داخل ہیں۔ اور ثواب کی نیت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عبادت محض اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی اور ثواب آخرت کے لیے ہو، ریا و نمائش کا ان میں کوئی دخل نہ ہو۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''جہاں تک ممکن ہو اس شب کو مختلف عبادتوں میں گزارے۔ نماز، تلاوتِ قرآن، ذکر و تسبیح اور دعا و استغفار سب ہی کا کچھ نہ کچھ حصہ ادا کرے۔''

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ

''شب قدر میں دعا و استغفار کرنا، نفل نمازیں پڑھنے کے مقابلے میں افضل ہے، اور اگر کوئی شخص تلاوت قرآن اور دعا و استغفار دونوں کو جمع کرے تو یہ اور بھی بہتر ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر مجھے شب قدر مل جائے تو میں کیا دعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا کرنا:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔"

[ترمذی، مشکوٰۃ، ص:۱۹۲]

''اے اللہ بے شک تو بہت معاف کرنے والا ہے، اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، تو مجھے معاف کر دے۔''

امت محمدیہ کا خصوصی امتیاز:

''درمنثور'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ

''شب قدر اللہ تعالیٰ نے صرف میری امت کو عطا فرمائی ہے، پہلی امتوں کو یہ نہیں دی گئی تھی۔''

[تفسیر ابن کثیر، ص:۵۳۲، ج آخر]

چناں چہ عام علماء و ائمہ دین کا خیال بھی یہی ہے، اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تو خطابی سے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسلسل ایک ہزار ماہ تک ہتھیار بند رہا اور جہاد کرتا رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ سن کر اس شخص پر بڑا رشک آیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی لمبی مدت کی عبادت کے ثواب سے بہرہ ور ہو سکنے کے لیے امت محمدیہ کو یہ شب قدر عطا فرمائی جس کی عبادتوں کا ثواب ہزار مہینے کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

شب قدر کی تعیین:

شب قدر کی تعیین میں اہل علم کا بڑا اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے ہی سے ہے۔ اس بارے میں تقریباً پچاس اقوال ہیں، ان تمام اقوال میں راجح قول یہ ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں وضاحت موجود ہے۔

"قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ۔" [بخاری]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔''

طاق راتوں سے مراد اکیسویں (۲۱)، تیئیسویں (۲۳)، پچیسویں (۲۵)، ستائیسویں (۲۷) اور انتیسویں (۲۹) راتیں ہیں۔ انہیں میں سے کسی نہ کسی میں شب قدر ملنے کی پوری توقع ہے۔



تحقیق وتنقید

آخری قسط

ایک حدیث کی تشریح ❷

عبدالرؤوف بن عبدالحنان اشرفی، دولۃ الکویت حرمہا اللہ

حدیث ابوذر اور حدیث زید بن ثابت میں تطبیق:

حدیث زید بن ثابت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب چند رات (تین رات) تراویح پڑھانے کے بعد نمازِ تراویح کے لیے تشریف نہ لائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے باقی راتوں میں بھی تراویح پڑھانے کو کہا تو آپ نے فرمایا:

" ما زال بكم صنيعكم حتى ظننت أنّه سيكتب عليكم، فعليكم بالصلاة في بيوتكم، فإن خير صلاة المرء في بيته إلا الصلاة المكتوبة ۔ " [اس کو بخاری، ح: ۷۳۰، ۶۱۱۳، کتاب الاذان والادب باب: ۷۵،۸۱، ومسلم: ۹۶/۶ نووی، نے روایت کیا ہے۔امام نووی نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے۔ باب استحباب صلاة النافلة في البيت]

یعنی تمہارا یہ ذوق، شوق اور حرص دیکھ کر مجھے خیال یہ آیا کہ کہیں تم پر نمازِ تراویح فرض نہ کر دی جائے، نفل نماز کو اپنے گھروں میں ادا کرو بے شک فرض نماز کے علاوہ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جو گھر میں ادا کی جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے نماز تراویح کا مسجد میں با جماعت ادا کرنے کی بجائے گھر میں ادا کرنا افضل و بہتر ہے۔

جب کہ حدیث ابوذر میں ہے کہ نماز تراویح کو با جماعت ادا کرنے سے پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔

بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تضاد ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ علماء نے ان دونوں حدیثوں میں کیا تطبیق دی ہے یا کس طرح سے ان دونوں کو آپس میں جمع کیا ہے۔

علماء نے ان دونوں میں دو طرح سے تطبیق دی ہے جن میں سے ایک تطبیق یہ ہے۔

پہلی تطبیق: پہلی تطبیق یہ ہے کہ حدیث ابوذر کے مطابق جو آدمی امام کے ساتھ اس کی فراغت تک قیام کرے گا اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جائے گا مگر حدیث زید کے مطابق جو آدمی اپنے گھر میں قیام یا دوسرے لفظوں میں نماز تراویح ادا کرے گا تو اس کے لیے پوری رات کے قیام سے بھی زیادہ اجر و ثواب ہوگا۔

یہ تطبیق امام طحاوی وغیرہ کی ہے۔ امام طحاوی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

" فذهب قوم إلى أنّ القيام مع الإمام في شهر رمضان أفضل منه في المنازل، واحتجوا في ذلك بقول رسول الله ﷺ "إنّه من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب له قنوت بقية ليلة ۔" وخالفهم في ذلك آخرون، فقالوا: بل صلاته في بيته أفضل من صلاته مع الامام ۔

وكان من الحجّة لهم في ذلك أن ما احتجوا به من قول رسول الله ﷺ " إنه من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب له قنوت بقيّة ليلةً كما قال رسول الله ﷺ ۔"

ولكنّه روى عنه ـ ايضاً ـ أنه قال: "خير صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة" في حديث زيد بن ثابت، وذلك لما كان قام بهم ليلة في رمضان فأرادو أن يقوم بهم بعد ذلك، فقال لهم هذا القول۔

فأعلمهم به أنّ صلاتهم في منازلهم واحداناً

أفضل من صلاتهم معه فی مسجده، فصلاتهم تلك فی منازلهم أحری أن یکون أفضل من الصلاة مع غیره فی غیر مسجده۔

فتصحیح هذین الأثرین یوجب أن حدیث ابی ذر هو علی ان یکتب له بالقیام مع الإمام قنوت بقیّة لیلته، وحدیث زید بن ثابت یوجب أن ما فعل فی بیته أفضل من ذلك، حتی لا یتضاد هذان الأثران۔" [شرح معانی الآثار: ۱/ ۳۴۹، ۳۵۰]

''علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ماہ رمضان میں امام کے ساتھ قیام کرنا گھر میں قیام کرنے سے افضل ہے اور ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حدیث ابوذر ذکر کی ہے اور کہا ہے:

''جب کہ علماء کی ایک دوسری جماعت نے ان کی مخالفت کی ہے ان کا کہنا ہے کہ بلکہ آدمی کی نماز گھر میں امام کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔اور ان کی اس کے بارے میں دلیل یہ ہے کہ فریق مخالف نے رسول اللہ ﷺ کے جس فرمان سے حجت لی ہے (حدیث ابوذر) وہ اپنی جگہ بجا ہے۔

مگر حدیث زید بن ثابت میں آپ ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ ''فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے۔''

اور آپ نے اس وقت فرمایا کہ جب آپ نے صحابہ کو ایک رات [۱] رمضان میں نماز تراویح پڑھائی تو ان کی خواہش یہ تھی کہ آپ بعد میں بھی ان کو نماز تراویح پڑھائیں تو آپ نے ان سے یہ فرمایا۔

سو آپ نے یہ فرما کر ان کو یہ بتلایا کہ ان کا اپنے گھروں میں انفرادی طور پر نماز پڑھنا آپ کے ساتھ آپ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

لہٰذا ان کی وہ نفل نماز جسے وہ اپنے گھروں میں ادا کریں اس کا اس نماز سے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور نہ ہی آپ کی مسجد میں ہو افضل و بہتر ہونا زیادہ لائق و مناسب ہے۔

اور ان دونوں حدیثوں کا صحیح ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ حدیث ابوذر کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ آدمی کے لیے امام کے ساتھ قیام کرنے سے پوری رات کا قیام لکھا جائے گا اور حدیث زید بن ثابت اس بات کی متقاضی ہے کہ جو نماز وہ اپنے گھر میں ادا کرے گا وہ اس سے (امام کے ساتھ نماز سے) افضل ہوگی تاکہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض باقی نہ رہے۔''

مولانا عبیداللہ مبارکپوری، ملا علی قاری کی حدیث ابوذر کی تاویل کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" وقیل: المراد بالصلاة فی قوله: " إذا صلی مع الإمام" صلاة التراویح ...... وعلی هذا یکون دلیلاً للجمهور علی أن صلاة التراویح مع الإمام أفضل من الانفراد، وأجاب من خالفهم بأنّه یجوز ان یکتب له بالقیام مع الإمام بعض اللیل قیام کله، وأن یکون قیامه فی بیته أفضل من ذلك، ولا منافاة بین الأمرین ۔" [مرعاة المفاتیح: ٤/ ۳۱۸]

''اس تفسیر کے مطابق یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہوگی کہ نماز تراویح کا امام کے ساتھ ادا کرنا انفرادی طور پر ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اور جن علماء نے ان کی مخالفت کی ہے انہوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ایسے بھی ممکن ہے کہ امام کے ساتھ رات کے بعض حصے میں قیام کرنے سے آدمی کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جائے اور اس کا اپنے گھر میں قیام کرنا اس سے بھی افضل ہو، اور ان دونوں چیزوں میں کوئی تضاد نہیں۔''

دوسری تطبیق: دوسری تطبیق یہ ہے کہ حدیث زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عام ہے۔یعنی عام نفل نماز کو شامل ہے اور حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ خاص ہے یعنی اس میں جو فضیلت ذکر ہوئی ہے وہ نماز تراویح کی ہے۔ عام اور خاص

(۱) شرح المعانی کے نسخے میں ''لیلۃ'' کا لفظ ہے یعنی ایک رات جب کہ درست یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رات صحابہ کو نماز تراویح باجماعت پڑھائی۔ اور اس کے بعد جب آپ تراویح پڑھانے کے لیے نہ نکلے جب کہ صحابہ کی یہ خواہش تھی کہ آپ ان کو باقی راتیں بھی نماز تراویح پڑھائیں تو آپ نے ان سے یہ فرمایا۔

میں کوئی تعارض نہیں ہوتا یعنی حدیث زید میں جو فضیلت وارد ہے وہ عام نوافل کی ہے اور حدیث ابوذر تراویح کے ساتھ خاص ہے۔

یہ تطبیق علامہ ابن قدامہ وغیرہ کی ہے۔ انہوں نے یہ نقل کرنے کے بعد کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک تراویح کا گھر میں پڑھنا افضل ہے اور ان کی دلیل حدیث زید بن ثابت ہے اس کے بعد اپنے مذہب کی دلیل ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

" ولنا إجماع الصحابة على ذلك، وجمع النبی أصحابة وأهله فی حديث أبی ذر ...... هذا خاص فی قيام رمضان فيقدم علی عموم ما احتجوا به ـ"

[المغنی: ٢/ ٦٠٥، ٦٠٦]

''ہماری دلیل اس مسئلہ پر صحابہ کا اجماع ہے، [1] اور نبی ﷺ نے حدیث ابوذر میں اپنے صحابہ اور گھر والوں کو جمع کیا ہے۔''

حدیث ابوذر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ حدیث قیام رمضان کے بارے میں خاص ہے چناں چہ جس حدیث سے انہوں نے دلیل لی ہے اس کے عموم پر اس حدیث کو مقدم کیا جائے گا۔''

حافظ ابن حجر نے بھی اسی تطبیق کو اختیار کیا ہے۔ ملا علی قاری ان سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" قال ابن حجر: " هذا الحديث صححه الترمذی والحاكم، ويوافقه حديث ابن حبان فی "صحيحه" عن عبدالله بن انيس كان بعيد الدار فسأل النبی ﷺ أن يأمره بليلة ينزل فيها إلی المسجد، فقال ﷺ: " انزل ليلة ثلاث، عشرين" ولم يقل له: صلاتك فی بيتك أفضل، فدلّ كل من هذين الحديثين أنّ فی قصد المسجد فی هذه الليالی خصوصية زائدة علی البيت، وحينئذ فيقضی بهما علی حديث " صلوا فی بيوتكم" لأنهما خاصان فيقضی بهما علی ذلك العموم ـ"

[مرعاة المفاتيح: ٣/ ٣٧٣، ٣٧٤]

''اس حدیث کو ترمذی اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ اس کے موافق وہ حدیث بھی ہے جسے ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں عبداللہ بن انیس سے روایت کیا ہے کہ ان کا گھر مسجد سے دور تھا۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ مجھے کسی خاص رات میں مسجد میں آنے کا حکم دیں تو آپ نے فرمایا کہ تیسویں رات کو مسجد میں آؤ۔'' [2]

آپ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز گھر میں افضل ہے۔ چناں چہ یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان راتوں میں مسجد میں آنے کی گھر میں نماز پڑھنے پر ایک زائد خصوصیت ہے۔ لہٰذا ان دونوں حدیثوں کو حدیث ''فصلوا فی بیوتکم'' پر مقدم کیا جائے گا۔ کیوں کہ یہ خاص ہیں اس لیے ان کو اس حدیث کے عموم پر ترجیح دی جائے گی۔'' [3]

شیخ محمود سبکی ازہری (متوفی ۱۳۵۲ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

" وبالحديث استدل الجمهور علی أن صلاة التراويح جماعة فی المسجد أفضل منها فی المنازل، وأنّه مخصص لعموم حديث " أفضل

(۱) علامہ ابن قدامہ کی یہ بات محل نظر ہے کیوں کہ صحابہ کا اجماع تراویح باجماعت کی مشروعیت پر ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تراویح باجماعت ان کے نزدیک افضل بھی ہوں، اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو پھر امام مالک اور امام ابو یوسف وغیرہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔ جو علماء انفرادی طور پر یعنی گھر میں نمازِ تراویح کی افضلیت کے قائل ہیں ان میں امام مالک امام ابو یوسف، بعض شافعیہ اور دیگر علماء بھی ہیں۔ جب کہ امام شافعی، اکثر شافعیہ امام ابوحنیفہ، امام احمد بعض مالکیہ اور دیگر علماء کے نزدیک تراویح باجماعت افضل ہیں۔ ملاحظہ ہو شرح مسلم: ۶/ ۳۹، ۴۰

(۲) قلت: حافظ صاحب اس حدیث کی تخریج میں بہت دور چلے گئے۔ اس لیے کہ اس کو ابوداؤد [ح: ۱۳۸۰] نے بھی روایت کیا ہے۔ دوسری بات ''صحیح ابن حبان'' میں مجھے یہ حدیث نہیں ملی اسے مزید تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم

(۳) ملا علی قاری کا اس جمع یا تطبیق کو نقل کرنا ان کے تناقض پر دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ اس سے قبل انہوں نے حدیث ابوذر کی تاویل یہ کی ہے اس سے عشاء کی نماز مراد ہے۔ لہٰذا جب اس سے عشاء کی نماز مراد ہے تو پھر یہ حدیث زید بن ثابت کے کیسے مخالف یا معارض ہوئی حتیٰ کہ ان دونوں میں تطبیق دی جائے۔ فسبحان من لا یسھو

الصلاة صلاة المرء فی بیته إلا المكتوبة" رواه النسائی والطبرانی ۔ [النهل العذب المورود شرح سنن أبی داؤد: ۷/ ۳۱۵]

"اس حدیث سے جمہور علماء نے دلیل لی ہے کہ نماز تراویح کا باجماعت مسجد میں ادا کرنا گھروں میں ادا کرنے سے افضل ہے اور یہ حدیث اس حدیث کے عموم کی تخصیص کرتی ہے جسے نسائی اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی زیادہ فضیلت والی نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرے۔"(۱)

ترجیح: مذکورہ دونوں تطبیقوں کو ملاحظہ کر لینے کے بعد ہمارے نزدیک پہلی تطبیق ہی جو کہ امام طحاوی وغیرہ کی ہے اقرب الی الصواب ہے کیوں کہ حدیث ابوذر سے حدیث زید بن ثابت کی تخصیص محل نظر ہے۔ یہ تخصیص اس وقت درست ہوتی جب حدیث زید کسی دوسرے سبب یا کسی دوسرے موقع کی مناسبت سے وارد ہوئی ہوتی۔

جب کہ اس حدیث کا سبب ہی نمازِ تراویح ہے جیسا کہ ذکر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تین رات نمازِ تراویح پڑھانے کے بعد چوتھی رات تراویح پڑھانے کے لیے تشریف نہ لائے مگر پہلی تین راتوں سے اس رات لوگ زیادہ تعداد میں جمع ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی اس حرص اور ان کے اس ذوق وشوق کو دیکھا تو یہ حدیث بیان کی یعنی "فعلیکم بالصلاة فی بیوتکم......۔"(۲)

بعض علمائے اصول اس طرف تو گئے ہیں کہ لفظ "عام" جب کسی خاص سبب کی بناء پر وارد ہو تو وہ اس خاص سبب کے ساتھ ہی مختص ہوگا۔(۳) مگر ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ وہ لفظ اس خاص سبب کو شامل نہ ہوگا، بلکہ وہ اس خاص سبب کو بالاولیٰ شامل ہوگا یا دوسرے لفظوں میں وہ خاص سبب اس میں بالاولیٰ داخل ہوگا۔

لہٰذا حدیث زید بن ثابت میں نمازِ تراویح بالاولیٰ داخل ہے۔ جب نمازِ تراویح اس میں بالاولیٰ داخل ہے تو پھر حدیث ابوذر سے اس حدیث میں سے مسجد میں باجماعت تراویح کو کیسے خارج کیا جاسکتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں امام طحاوی وغیرہ نے جو تطبیق دی ہے وہی معتبر ہے اور اس تطبیق کے مطابق دونوں میں کسی قسم کا تعارض باقی نہیں رہتا۔ کیوں کہ حدیث ابوذر اس آدمی کے بارے میں ہے جو امام کی فراغت تک اس کے ساتھ نماز تراویح ادا کرتا ہے اس لیے پوری رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

اور حدیث زید اس آدمی کے بارے میں ہے جو امام کے ساتھ قیام نہیں کرتا یا تراویح ادا نہیں کرتا بلکہ اپنے گھر ہی میں ادا کرتا ہے تو اس کے لیے پوری رات کے قیام سے بھی زیادہ اجروثواب لکھا جاتا ہے۔

اور ان دونوں حدیثوں کے سبب الگ الگ اہیں۔ حدیث ابوذر کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب دوسری رات (پچیسویں رات) نصف رات تک نماز تراویح پڑھائی تو انہوں نے آپ سے باقی آدھی رات بھی تراویح پڑھانے کو کہا تو آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی۔

اور حدیث زید بن ثابت کا سبب یہ ہے کہ آپ جب چوتھی رات نماز تراویح پڑھانے کے لیے مسجد میں تشریف نہ لائے مگر اس رات لوگ بہت زیادہ جمع ہوگئے تو آپ نے انہیں دیکھ کر یہ حدیث بیان فرمائی۔

(۲) ازہری صاحب نے اس حدیث کو نسائی اور طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے جب کہ یہ بخاری ومسلم میں بھی ہے، جیسا کہ اس کی تخریج میں ذکر ہوا۔ ممکن ہے کہ ان کو اشتباہ ہوگیا ہو کیوں کہ زید بن ثابت سے یہ حدیث ان الفاظ سے بھی آئی ہے: "صلاة المرء فی بیته أفضل من صلاته فی مسجدی إلا المكتوبة" ان الفاظ سے اس کو ابوداؤد اور طبرانی نے "معجم صغیر" امایں اور دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اپنے ترجمے اور تخریج کے ساتھ عنقریب آرہی ہے۔ مگر یہ حدیث ان الفاظ سے نسائی میں نہیں ہے۔ نیز جب مطلقاً یہ کہا جائے کہ فلاں حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے تو اس سے ان کی "معجم کبیر" مراد ہوتی ہے جب کہ یہ "معجم صغیر" میں ہے۔ "کبیر" میں نہیں۔

(۳) حافظ ابن حجر ان علماء کی دلیل ذکر کرتے ہوئے جن کے نزدیک نماز تراویح گھر میں ادا کرنا افضل ہے رقمطراز ہیں: عملا بعموم قوله ﷺ "أفضل صلاة المرء فی بیته إلا المكتوبة" وهو حدیث صحیح۔ اخرجه مسلم من حدیث ابی هریرة [فتح الباری: ۲/ ۲۵۲] یعنی انہوں نے آپ ﷺ کے اس قول "افضل صلاة المرء" سے دلیل لی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اس کو مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ مگر حافظ صاحب کے اس کلام پر درج ذیل دو مواخذات ہیں۔

(أ) ان کی دلیل حدیث زید بن ثابت ہے جو کہ بخاری ومسلم میں ہے۔ (ب) ان الفاظ سے اس حدیث کا "صحیح مسلم" میں ابوہریرہ سے مروی ہونا محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

(۴) جب کہ جمہور علمائے اصول کا کہنا ہے: "العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب۔" یعنی اعتبار لفظ "عام" کا کیا جائے گا نہ کہ اس خاص سبب کا۔

اس کی مثال بھی ایسے ہے جیسے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نماز سے بہتر ہے۔ (۱) مگر یہ فضیلت فرض نماز کی ہے کیوں کہ نفل نماز کا گھر میں پڑھنا......اہل مدینہ کے لیے...... ہزار نماز سے بھی بہتر ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے پتا چلتا ہے۔

① ......حدیث زید بن ثابت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

" صلاة المرء فی بیته أفضل من صلاته فی مسجدی إلا المکتوبة ۔" (۲)

''فرض نماز کے علاوہ آدمی کی اپنے گھر میں نماز میری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔''

② ......عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نماز کا گھر میں پڑھنا افضل ہے یا کہ مسجد میں آپ نے فرمایا:

" المر تری إلی بیتی ما أقربه إلی المسجد فلان أصلی فی بیتی أحب إلی من أن أصلی فی المسجد إلا أن تکون صلاة مکتوبة ۔" (۳)

''تم دیکھتے نہیں کہ میرا گھر مسجد کے کس قدر قریب ہے اس کے باوجود مجھے مسجد میں نماز پڑھنے کی بجائے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے اِلا یہ کہ فرض نماز ہو۔''

اسی طرح زید بن ثابت وغیرہ کی احادیث کے عموم سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ اہل مدینہ کے لیے نوافل کا گھر میں ادا کرنا مسجد نبوی میں ادا کرنے سے افضل ہے۔ اہل مکہ اور اہل بیت مقدس کا حکم بھی یہی ہے۔ (۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نماز تراویح کا گھر میں ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے سے افضل ہے مگر بعض صورتوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا مسجد میں ادا کرنا افضل ہے، مثلاً:

① ......وہ آدمی جسے سورہ اخلاص اور چند دیگر چھوٹی سورتوں کے علاوہ کچھ یاد نہ ہو اور اس کے محلے کی مسجد میں لمبی قراءت سے نماز تراویح ادا کی جاتی ہو تو اس کے لیے مسجد میں تراویح ادا کرنا بہتر ہے۔

② ...... جو شخص یہ محسوس کرے کہ اگر وہ نماز تراویح گھر میں ادا کرے گا تو سستی وکاہلی کا شکار ہوسکتا ہے تو اس کے لیے مسجد میں آنا بہتر ہے کیوں کہ تراویح پڑھنا نہ پڑھنے سے بہر حال بہتر ہے۔

علامہ شرف الدین طیبی (متوفی ۸۵۲ھ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

" فیه دلیل علی أنّ التراویح سنّة جماعة وأفراداً، والأفضل فی عهدنا الجماعة لکسل الناس ۔"

[شرح المشکاة: ٤/ ١٢٣٣]

''اس میں یہ دلیل ہے کہ تراویح کا باجماعت اور انفرادی طور پر بھی ادا کرنا سنت ہے اور ہمارے زمانے میں لوگوں کی سستی وکاہلی کی وجہ سے باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔''

طیبی جن کی وفات (۸۵۲ھ) میں ہے۔ یہ بات اپنے زمانے کے بارے میں کہہ رہے ہیں، جب ان کے زمانے میں لوگوں کا یہ حال تھا تو اس زمانے کے لوگوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔

[باقی صفحہ ۲۶ پر]

(۱) صحیح احادیث سے یہی ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نماز سے بہتر ہے۔ ان احادیث میں سے ایک ابوہریرہ اور دوسری ابن عمر کی حدیث ہے۔ حدیث ابوہریرہ بخاری ومسلم میں اور حدیث ابن عمر مسلم وغیرہ میں ہے۔ میں نے اپنے رسالے ''فضل الصلاۃ فی المساجد الثلاثۃ'' میں جو کہ غیر مطبوع ہے چودہ صحابہ کی احادیث کا ذکر کیا ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نماز سے بہتر ہے اور مسجد اقصیٰ کے بارے میں جو صحیح روایت ہے وہ دو سو پچاس نماز کی ہے۔ اس مسئلے کے لیے ''عون المعبود: ۳/ ۳٦۴'' بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

(۲) اس حدیث کو ابوداؤد: ۱۰۴۴، طبرانی نے ''معجم صغیر: ۱/ ۱۹۷'' میں مروزی نے ''قیام اللیل: ۱٦۵، ۱٦٦'' میں، ابن حزم نے ''محلی: ۳/ ۳٦'' میں اور ابن عبدالبر نے ''تمہید: ۸/ ۱۱٦'' میں روایت کیا ہے۔ اور حافظ عراقی نے ''تخریج احیاء علوم الدین: ۱/ ۲۳۷'' میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(۳) اس کو ترمذی نے ''شمائل، ح: ۲۸۰'' میں، ابن ماجہ: ۱۳۷۸ اور ابن خزیمہ، ح: ۱۳۰۳ نے روایت کیا ہے۔ اور اسے ابن خزیمہ اور بوصیری نے ''مصباح الزجاجہ: ۲/ ۹'' میں صحیح کہا ہے۔

(۴) اس مسئلے کے لیے عون المعبود: ۳/ ۳٦۴ بھی دیکھی جائے۔

دُور ہو جاؤ

ہمارے ٹوٹے پھوٹے آشیاں سے دُور ہو جاؤ
خزاں کے لانے والو گلستاں سے دُور ہو جاؤ

ہماری پاک دھرتی کس قدر ناپاک کر ڈالی!
ہماری اس زمیں سے آسماں سے دُور ہو جاؤ

تمہارے راہزن ہونے میں کس کو شک رہا باقی!
ہمارے رہنماؤ! کارواں سے دُور ہو جاؤ

عوامی غیظ کا آتش فشاں پھٹنے ہی والا ہے
یہی بہتر ہے اس آتش فشاں سے دُور ہو جاؤ

نہیں تو ڈوب جاؤ گے اسی میں قاتلو! تم بھی
ہمارے خون کی جوئے رواں سے دُور ہو جاؤ

عدو اپنے سے ہم اے پاسبانو! خود نمٹ لیں گے
ذرا تم خود ہمارے درمیاں سے دُور ہو جاؤ

اسی میں بہتری ہے مہربانو! آپ کی سب کی
کہ اپنے حاکم نا مہرباں سے دُور ہو جاؤ

[نعیم الحق نعیم]